نمبر ۷۲ | ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۳۴ء | جلد ۲۲

رمضان المبارک کے متعلق فرمانِ نبوی

جنت اور روزہ دار

عن سہلٍ رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم. قال ان فی الجنۃ باباً یقال لہ الریان یدخل منہ الصائمون یوم القیامۃ لا یدخل منہ احدٌ غیرہم. یقال این الصائمون فیقولون لا یدخل منہ احدٌ غیرہم. فاذا دخلوا اُغلق فلم یدخل منہ احدٌ۔ (بخاری شریف)

سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ اس دروازہ میں سے قیامت کے دن روزہ دار ہی داخل ہونگے۔ اس دن اعلان کیا جائیگا کہ روزہ دار کہاں ہیں۔ وہ آکر اس دروازہ سے جنت میں داخل ہونگے۔ اور جب سب داخل ہو چکیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائیگا۔ ان کے سوا اس دروازہ سے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ۱۱ دسمبر بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کو گھٹنے کی درد ابھی تک باقی ہے۔ احباب خصوصیت سے دعائے صحت کریں۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خدا کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ احمدیوں کو مشقت کے کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ محلہ دار الرحمت کے بہت سے اصحاب نے جن میں معمر۔ اور نوجوان بھی شامل ہیں۔ جلسہ سالانہ کے متعلق تعمیرات میں مزدوروں کی بجائے خود کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔

خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امور عامہ سلسلہ کے کام کے لئے ۱۱۔ دسمبر لاہور تشریف لے گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ رمضان ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ سے قربانی کے مطالبات کی اعلان کردہ سکیم

کے متعلق

بعض اہم تشریحات

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جماعت احمدیہ کی ترقی کی سیڑھیاں

میں ان تجاویز کے متعلق جو میرے نزدیک اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے موجودہ حالات میں ضروری ہیں جو آج کل جماعت احمدیہ کی ترقی کے راستہ میں روک بن رہا ہے یا روکیں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تجاویز ان تجاویز کی پہلی قسط ہیں جن پر ہمارے لئے عمل کرنا ضروری ہوگا۔ آئندہ جو حالات پیدا ہونے والے ہیں ان کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ لیکن اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت بعض باتیں ہمیں بھی معلوم ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے جن تجاویز کو اختیار کرنا ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ وہ میرے ذہن میں ہیں۔ لیکن کوئی شخص یک لخت نیچے سے چھلانگ کر چھت پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ مختلف سیڑھیوں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان سیڑھیوں میں سے وہ تجاویز جو میں نے پیش کی ہیں پہلی سیڑھی ہیں۔ یا چونکہ اس سے بھی پہلے چندے جماعت دیتی تھی یا قربانیاں کرتی تھی۔ اُن کو اگر پہلی سیڑھی قرار دیا جائے۔ تو یہ دوسری ہوگی۔ اور اگر ان ادوار کو جن میں سے جماعت گزرتی رہی ہے۔ گن لیا جائے۔ تو یہ تیسری یا چوتھی ہوگی۔ مگر بہرحال چھت ابھی ہمارے قریب نہیں آئی۔ اور چھت پر پہنچنے کے لئے جن سیڑھیوں پر چڑھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ان پر ابھی ہم نہیں چڑھے۔ اور آئندہ اور سیڑھیاں ابھی ہمیں چڑھنی پڑیں گی۔ اور وہ کس مواد کی بنی ہوئی ہوں گی۔ وہ ایک حد تک میرے ذہن میں ہے اور اسی کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ پہلی سیڑھی تیار کی ہے۔ تاکہ آئندہ جن حالات میں سے جماعت کو گزرنا پڑے۔ ان کے لئے آج ہی تیاری شروع کی جا سکے۔

سکیم اور جماعت احمدیہ کا مستقبل

میں نے ساری تجاویز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ سوائے ایک دو باتوں کے جن کا چھپانا اس لئے ضروری نہ تھا کہ وہ زیادہ اہم تھیں۔ بلکہ اس لئے کہ اگر ان کو ظاہر کر دیا جائے۔ تو ان کا توڑ دشمن آسانی سے کر سکتا ہے۔ اور وہ کام جو تھوڑے خرچ سے ہو سکتا ہے۔ اظہار کر دینے کی صورت میں اس کے لئے زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ لیکن وہ باتیں بھی میں نے ان ممبروں کو بتا دی ہیں جن کے سپرد وہ کی گئی ہیں۔ باوجود اس اظہار کے جو میں نے کیا ہے سکیم کے ہر پہلو میں بعض امور کو میں نے مدنظر رکھا ہے۔ جن کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا۔ فوائد اور اغراض کے بعض پہلو میں نے بتائے ہیں۔ لیکن بعض نہیں بتائے جس طرح طبیب ایک دوائی دیتا ہے۔ اور اس کا اتنا ہی فائدہ بیان کرتا ہے جتنا مریض کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایک دوائی قبض کے لئے بھی مفید ہوتی ہے۔ معدہ کے لئے اور جگر کے لئے بھی۔ وہی نزلہ اور زکام کے لئے بھی مفید ہوتی ہے۔ طبیب کے پاس ایک نزلہ کا مریض آتا ہے۔ اور وہ اسے دوائی دیدیتا۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ نزلہ کے لئے مفید ہے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ اسے یہ بھی بتائے۔ کہ یہ جگر اور معدہ کے لئے بھی مفید ہے۔ یہ باتیں وہ معدہ یا جگر کے مریض سے کہیگا۔ اسی طرح آئندہ کے مصالح کو بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن وہ مکمل عمارت میرے ذہن میں ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے یہ تمام تجاویز کی گئی ہیں۔ اور وہ حملے بھی میرے ذہن میں ہیں۔ جو ابھی کئے نہیں گئے۔ مگر دشمن کرے گا۔ یا کر سکتا ہے اور دفاع کی تدابیر بھی موجود ہیں۔ اور اسی کے سلسلہ میں میں نے یہ تجاویز پیش کی ہیں۔ کسی بات کو بالکل آخر وقت پر اختیار کرنا عقلمندی کی علامت نہیں ہوتا۔ جو شخص بارش شروع ہونے کے بعد اس سے بچنے کے لئے عمارت بنائے۔ جو آگ لگنے کے بعد کنواں کھودے۔ کہ اس سے پانی لے کر آگ بجھائے۔ اور جو بھوک لگنے کے بعد غلہ بونے کے لئے جائے اس سے زیادہ احمق اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بارش سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے سے گھر تیار کیا جائے۔ اور بھوک سے محفوظ ہونے کے لئے پہلے غلہ بونا ضروری ہے۔ اور جو شخص اپنے گھر کو آگ سے بچانا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ پانی کے پاس رہے۔ تا آگ بجھا سکے۔

پس ضروری تھا۔ کہ میں ان امور کو مدنظر رکھتا۔ جو موجودہ جدوجہد کے لازمی نتائج ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ دشمن بھی یہ نہیں جانتا۔ کہ اس کی تحریکات کے کیا نتائج پیدا ہونیوالے ہیں

اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کو جس قدر مناسب سمجھے بتاتا ہے۔ اور وہ جانتے ہیں۔ کہ ان کے انسداد کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ پس اس سکیم میں میں نے صرف حال کو ہی نہیں۔ بلکہ استقبال کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ اور صرف یہی نہیں سوچا کہ موجودہ حملے سے کس طرح محفوظ رہا جائے۔ بلکہ یہ بھی مدنظر ہے۔ کہ آئندہ نتائج سے بھی جماعت کو بچایا جائے۔ گو یہ بات بھی ہے۔ کہ بعض طبعی نتائج ایسے ہو سکتے ہیں جن کے لئے ہمیں مزید تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ مگر یہ دُور کی باتیں ہیں۔ اس لئے ابھی میں ان کو چھوڑتا ہوں ؂

کھانے کے متعلق ہدایات کی مزید تشریح

کھانے کے متعلق میں نے بعض ہدایات دی تھیں۔ اس بارہ میں بعض سوالات کئے گئے ہیں۔ ان کا اب جواب دیتا ہوں۔ تا دُوسرے لوگ بھی واقف ہو جائیں ؂

کھانے کی پابندی اور عیدین

ایک دوست نے سوال کیا ہے۔ کہ عید کے موقعہ پر کیا ہوگا یہ سوال پہلے ہی میرے ذہن میں تھا۔ اور میں نے پہلے ہی اس پر غور کیا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیدین ہمارے کھانے پینے کے دن ہیں۔ پس اس حدیث کی بناء پر عیدین کے لئے وہی عہد کہ جو ہم نے دوسرے دنوں کے لئے کیا ہے۔ اسی صورت میں جاری نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اس صورت میں وُہ عیدوں کے لئے بھی ہے۔ کہ عیدوں کے موقعہ پر بھی کھانے پینے میں کفایت کو مدنظر رکھا جائے۔ دُوسرے دنوں کے لئے تو یہ ہے۔ کہ صرف ایک ہی سالن استعمال کیا جائے یا جو میٹھا کھانے کے عادی ہیں۔ وُہ ایک ہی قسم کی کوئی میٹھی چیز بھی تیار کر لیں۔ یا جو لوگ کبھی کبھار کوئی میٹھی چیز تیار کر لیتے ہیں وُہ بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن روٹی کے ساتھ یا چاول کے ساتھ سالن ایک ہی ہونا چاہیئے۔ مگر عیدوں کے لئے یہ پابندی نہیں کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عیدیں کھانے پینے کے دن ہیں۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ کہ یہ اسراف کے دن ہیں اور یہ فرمانے سے کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ یہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کہ کھانا تو ایک ہی پکایا جائے۔ لیکن کھایا زیادہ جائے کیونکہ زیادہ کھانے سے بدہضمی کی شکایت ہوگی۔ اور اسلام بیمار کر دینے والے حکم نہیں دے سکتا ؂

پس اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ ہم عیدوں کے ایام میں ایک سے زیادہ کھانے کھا سکتے ہیں۔ عیدوں کے موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی کئی کھانے استعمال کر لیتے تھے۔ اور پھر کئی دفعہ کھا لیتے تھے۔

بہرحال کفایت مدنظر ہے

پس عیدین کے متعلق میری ہدایت یہی ہے۔ کہ ہمیشہ کی نسبت کھانوں میں کمی کی جائے۔ جو لوگ پانچ چھ کھانے تیار کرتے ہوں۔ وُہ چار کریں۔ اور جو چار پانچ کرتے ہیں۔ وُہ تین چار کریں۔ اور وُہ لوگ بھی جو اپنے گھروں میں اس سے کم پکاتے ہیں۔ وُہ بھی یہ امور مدنظر رکھیں۔ کہ زیادہ خرچ والے کھانے نہ پکائیں۔ اور اتنا نہ پکائیں۔ کہ کھانا بوجھ ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایک امیر نے آپ کے پاس شکایت کی۔ کہ مجھے بھوک نہیں لگتی۔ معدہ خراب ہے۔ اور بہت دوائیاں استعمال کی ہیں۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہُوا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا۔ کہ تم کیا کھاتے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں ہر طرح کوشش کرتا ہوں کہ کوئی چیز میری طبیعت کے موافق ہو۔ تو میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور اسی غرض سے میرے دسترخوان پر تیس چالیس کھانے آتے ہیں۔ اور میں سب کو چکھتا ہوں۔ کہ کونسا مزیدار ہے۔ تا اسے کھاؤں۔ مگر باوجود اعلےٰ سے اعلےٰ کھانوں کی موجودگی کے کسی چیز کے کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ حالانکہ بات یہ تھی۔ کہ اتنے کھانے چکھنے سے ہی اس کا پیٹ بھر جاتا تھا۔ اگر ہر ایک کھانے سے چکھنے کے لئے دو دو لقمے بھی لے۔ تو اسّی لقمے ہو گئے۔ اور اسّی لقمے کھانے کے بعد انسان اور کیا کھائے گا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ کہ تمہاری سوء ہضمی کا علاج بہت مشکل ہے۔ اور میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس چکھنے کو آپ چکھنا کہتے ہیں۔ حالانکہ سَو کے قریب لقمے اسی طرح کھا جاتے ہیں ؂

پس یہ احتیاط برتی جائے۔ کہ کھانوں کی اقسام زیادہ نہ ہوں۔ اور اتنا نہ ہو۔ کہ ضائع جائے۔ اور ایسے قیمتی کھانے نہ پکائے جائیں۔ جن پر زیادہ خرچ آتا ہو۔ لیکن عیدین کے لئے یہ پابندی نہیں۔ کہ ایک سے زائد کھانے نہ کھائے جائیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ کہ ضرور ایک سے زیادہ ہی پکائے جائیں۔ اور جن کے گھروں میں دوسرے دنوں میں فاقہ ہوتا ہو وُہ بھی عید کے روز ضرور ہی ایک سے زیادہ کھانے پکائیں۔ بلکہ صرف یہ مراد ہے۔ کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عیدیں ہمارے لئے کھانے پینے کے دن ہیں۔ اس لئے عیدین کے موقعہ کو اس پابندی سے مستثنےٰ سمجھا جائے گا کہ ضرور ایک ہی کھانا پکے۔ اور اقتصاد کو مدنظر رکھنے کا عہد ان دنوں میں اسراف سے اجتناب کرنے کی صورت میں نباہا جائیگا بغیر کسی معین صورت پر عمل کرنے کے ؂

عیدین کے موقعہ پر ایک اور وقت بھی ہے۔ کہ دوست ایک دوسرے کو تحائف بھیجتے ہیں۔ یہ بھی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اور میں اسے بھی روک نہیں سکتا۔ اور اس طرح بھی ایک سے زیادہ کھانے کھانے پڑتے ہیں۔ اس لئے میں منع نہیں کرتا۔ اور یہی ہدایت دیتا ہوں کہ یہ ملحُوظ رہے۔ کہ جس قدر کفایت ممکن ہو۔ کی جائے ؂

دُودھ دہی وغیرہ کا استعمال

بعض دوست سوال کرتے ہیں۔ کہ بعض لوگ عادت یا بیماری کے علاج کے لئے بعض اشیاء استعمال کرتے ہیں بعض ممالک میں دودھ ساتھ پیتے ہیں۔ وُہ کھانا دودھ کے ساتھ نہیں کھا سکتے۔ مگر علیحدہ دودھ ضرور پیتے ہیں۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ دُودھ پینے کی چیز ہے۔ کھانے کی نہیں۔ گو عربوں میں تو دودھ کھانے کے طور پر ہی استعمال ہوتا تھا۔ اور جب کوئی دودھ پی لیتا۔ تو سمجھ لیا جاتا۔ کہ کھانا کھا لیا۔ مگر ہمارے ہاں یہ رواج نہیں۔ پس اگر کسی کی صحت پر اثر پڑتا ہو۔ یا عادت ہو۔ تو اس سے لطف پیدا نہیں ہوتا۔ اول تو دودھ ہمارے ملک میں صحت کے لئے ہی سب کو پینا پڑتا ہے۔ کسی نے کسی وقت پی لیا۔ اور کسی نے کسی وقت۔ عام طور پر زمیندار لوگ رات کو دودھ ضرور پیتے ہیں۔ اور دوسرے بھی پیتے ہیں۔ شاذ چند افراد میرے جیسے جنہیں ہضم نہیں ہوتا۔ یا وُہ لوگ جن کو میسر نہیں آسکتا۔ نہ پیتے ہوں۔ ورنہ عام طور پر لوگ پیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کا سوال نہیں۔ ان کو تو اجازت ہو۔ تو بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ مجھے دودھ ہضم ہی نہیں ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بہت جتن کئے۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے نسخہ آتا ہے۔ دودھ ضرور ہضم ہو جائے گا۔ مگر آخر آپ تھک کر رہ گئے۔ میں تو زیادہ دُودھ کی کچی لسّی بھی نہیں پی سکتا۔ اگر کبھی کسی بیماری کے علاج کے طور پر پینی پڑے تو اس طرح پیتا ہوں۔ کہ دو تین چمچے دودھ کے اور ایک گلاس پانی۔ اور اگر کبھی دودھ پی لوں۔ تو فوراً گلا خراب ہو جاتا ہے ؂

مُطالبات مخلصین سے ہیں

پس بیمار کے لئے شرط کوئی نہیں۔ اور یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ جو چیز طبیب بتائے۔ اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں یہ بات جو کھانے کے متعلق میں نے بتائی ہے۔ یہ صحت کی درستی کے لئے ہے۔ نہ کہ خرابی کے لئے۔ اور صحت کے لئے اگر ڈاکٹر پانچ کھانے بھی بتائے۔ تو وُہ کھانے ضروری ہیں۔ یہ آگے ڈاکٹر اور اللہ تعالےٰ کا معاملہ ہے۔ کہ ڈاکٹر دیانت داری سے ایسا مشورہ دیتا ہے یا نہیں۔

امریکہ میں جن دنوں شراب کی ممانعت کا قانون رائج تھا۔ لوگ ڈاکٹروں کو بڑی بڑی فیسیں دے کر سرٹیفکیٹ لے لیتے تھے۔ کہ صحت کے لئے شراب پینا ضروری ہے۔ اور پھر اس اجازت کی آڑ میں خوب شراب پیتے تھے۔ پس اگر کوئی شخص ڈاکٹر کو ساتھ ملا کر ایسی اجازت حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور ایسے لوگوں کا یہاں سوال نہیں۔ یہاں تو اخلاص والوں سے خطاب ہے۔ ہمارے ملک میں کہا جاتا ہے۔ کہ تالے تو بھلے مانسوں کے لئے ہوتے ہیں۔ نہ کہ چوروں کے لئے۔ چور تو انہیں جھٹ توڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے قوانین بھی مخلصین کے لئے ہیں جن کے اندر اخلاص نہیں۔ ان کے لئے کوئی قانون نہیں۔ ایسا شخص اگر باہر آ کر ہمارے سامنے ایک کھانا کھائے۔ اور اندر کوٹھڑی میں جا کر پانچ سات کھانے کھائے۔ تو اسے کون روک سکتا ہے۔ پس بیمار کے لئے پابندی نہیں۔ ہر شخص جسے ڈاکٹر کہتا ہے۔ کہ اس کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ کھانے کھائے۔ وہ زیادہ کھانے کھا سکتا ہے۔ مگر یہ اپنا وہم نہ ہو۔ بلکہ طبی خیال ہو۔ اور بیمار کے لئے وہ سب چیزیں جائز ہیں جن کا طبیب حکم دے۔ فقہاء نے تو بعض حالتوں میں بیمار کے لئے شراب کی بھی۔ اور بعض نجس اشیاء کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے۔ اور جب ایسی چیزوں کی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اجازت ہے۔ تو جائز چیزوں کی کیسے ممانعت ہو سکتی ہے:۔

باقی رہا دہی کا سوال۔ بعض لوگ قبض دور کرنے کے لئے دہی استعمال کرتے ہیں۔ انہیں اجازت ہے۔ لیکن کیوں نہ ایسا کر لیا جائے۔ کہ بجائے سالن کے ساتھ علیحدہ دہی کھانے کے اس کو بلو کر پی لیا جائے۔ اس سے چسکا پورا کرنے کا سوال بھی پیدا نہ ہو گا۔ اور عادت بھی پوری ہو جائے گی۔ اگر سوءِ ہضمی کا اندیشہ ہو۔ تو پانی نہ ڈالا جائے۔ اور صرف بلو کر اسے پی لیا جائے۔ دہی روٹی کے ساتھ ہی کھانے سے فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس طرح پی لینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے:۔

زمینداروں کے متعلق ایک سوال کا جواب

اس کے علاوہ زمینداروں کے متعلق ایک اور سوال ہے کہ ان کے کھیتوں میں مولیاں گاجریں ہوتی ہیں۔ اور وہ ان کو بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کے لئے وہ ایسی ہی ہیں جیسے شہروں کے رہنے والے لوگوں یا زمینداروں میں سے بھی امیر لوگوں کے لئے دودھ ہوتا۔ یا پھل ہوتا ہے۔ اگر روٹی کھاتے وقت وہ ساتھ گاجر یا مولی رکھ لیں۔ تو اس سے عیاشی نہیں ہو سکتی۔ نہ ان کی بیویوں کو اس کے پکانے پر وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ نہ ہی اسے کھانے کے لئے انہیں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ چیزیں بیچنے کے لئے بوتے ہیں اس میں سے کوئی چیز اگر خود کھالی۔ تو کوئی حرج نہیں۔ پس یہ ان کا جائز حق ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ کہ وہ ایسی چیزوں کا استعمال کیا کریں۔ کیونکہ ترکاری کا استعمال صحت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور دیہات میں لوگ سبزی ترکاری کم استعمال کرتے ہیں۔ زیادہ تر دالیں وغیرہ ہی کھائی جاتی ہیں۔ اور اگر زمیندار لوگ ایسی چیزیں کھا لیا کریں۔ تو یہ ان کی صحت کو بھی بڑھانے کا موجب ہو گا۔ اور دوسرا سالن نہیں کہلا سکے گا:۔

دعوتوں کے متعلق مزید تشریح

چوتھی بات دعوت کے متعلق ہے۔ میں پہلے بھی اس کی اجازت دے چکا ہوں۔ کہ دعوتوں کے موقعہ پر ایک سے زیادہ کھانے پکانے کی اجازت ہے۔ ہاں اپنے گھر کی دعوت میں کوشش یہ کرنی چاہیئے۔ کہ خود ایک ہی کھائیں اور اگر دوسرے کے ہاں دعوت ہو۔ اور وہ بے تکلف ہو۔ تو اسے بھی کہہ دیا جائے۔ کہ میں ایک ہی کھانا کھاؤں گا۔ لیکن اگر دعوت کرنے والا بے تکلف نہ ہو۔ اور اس کی طرف سے شکوہ کا ڈر ہو۔ تو پھر متعدد کھانے بھی کھائے جا سکتے ہیں مہمان کو کھلاتے وقت بھی یہی بات مدنظر رہے۔ اگر مہمان ایسا ہو۔ کہ ڈر ہو۔ کہ وہ اسے بُرا منائے گا۔ کہ میزبان خود ایک کھانا کھاتا ہے۔ تو مہمان کے ساتھ سب کھانوں میں شریک ہو جائے۔ اگر اس کا خطرہ نہ ہو۔ تو پھر خود ایک ہی کھانا کھائے۔ اس کے آگے ایک سے زیادہ کھانے رکھدے مگر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ گو دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانوں کی اجازت ہے۔ مگر اس میں بھی گزشتہ دستور سے کمی کی کوشش کی ضرورت ہے:۔

پروپیگنڈا کا عمدہ ذریعہ

میں سمجھتا ہوں۔ اگر غیروں کے ہاں کی دعوتوں کے مواقع پر بھی ایک ہی کھانے پر اصرار کیا جائے۔ تو اقتصادی فوائد کے علاوہ اس سے پروپیگنڈا بھی بہت ہو سکتا ہے مثلاً جب کوئی کہے گا۔ کہ میں ایک ہی کھانا کھاؤں گا۔ تو دوسرا شخص ضرور اس کی وجہ دریافت کرے گا۔ کہ کیوں ایک ہی کھانا کھاؤ گے۔ اس کا جواب یہ دے گا۔ کہ اس وقت اسلام اور سلسلہ احمدیہ جن حالات میں سے گزر رہا ہے وہ بہت پریشان کن ہیں۔ اور ان کے لئے یہ موقعہ بہت نازک ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ اپنے آپ کو اس جنگ کے لئے تیار کروں۔ جو اسلام اور سلسلہ کے وقار کے لئے ہمیں جلد لڑنی پڑے گی۔ اور جفاکشی کی عادت ڈالنے اور چسکے سے بچنے کے لئے ہماری جماعت نے یہ تحریک کی ہے۔ کہ صرف ایک ہی کھانا کھایا جائے۔ تو میزبان کے دل میں ضرور احساس پیدا ہو گا۔ اور یہ بھی ایک رنگ کی تبلیغ ہو جائے گی۔ اور اگر وہ بھی اس تجویز پر عمل پیرا ہو گا۔ تو اس کی اقتصادی حالت بھی درست ہو گی۔

سکیم کا اثر غیروں پر

میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ میری اس سکیم کا اثر غیروں پر بھی گہرا ہے۔ بہت سے لوگ مجھ سے خود ملے ہیں۔ اور کئی خطوط بھی آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی بعض لوگ تحریک کر رہے ہیں۔ کہ ہم بھی اس پر عمل کریں۔ اور میں نے دیکھا تو نہیں۔ سُنا ہے۔ کہ بعض اخبارات نے بھی اس پر نوٹ لکھے ہیں:۔

قادیان کے دوکانداروں پر اس سکیم کا اثر

اس سکیم کے ضمن میں ایک اور بات ہے۔ میں نے جو سادگی کی ہدایت کی ہے۔ کہ کھانا سادہ اور لباس سادہ ہو۔ اس کا اثر باہر کے احمدی تاجروں پر تو شاید اتنا نہ پڑے۔ مگر قادیان کے تاجروں پر اس کا اثر زیادہ پڑے گا۔ ایک طرف تو ہم ان سے چندوں کی اپیلیں کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کے گاہکوں کو کھانے اور لباس میں کمی کرنے کی تعلیم دے کر ان کی بکری کم کرتے ہیں۔ اس سے انہیں یقیناً نقصان ہو گا۔ مگر جب میں نے یہ تحریک کی تھی۔ تو اس کا علاج بھی ساتھ ہی سوچا تھا۔ تا دوسرے ذرائع سے ان کو فائدہ پہنچ سکے۔ باہر جو احمدی دوکاندار ہیں۔ ان کی دوکانیں احمدیوں کی بکری پر نہیں چلتیں۔ بلکہ ان کے گاہک غیر لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر ایک گاہک احمدی ہو۔ تو دس بارہ دوسرے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تحریک باہر کے احمدیوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی جتنا قادیان کے دوکانداروں کو۔ پھر باہر کے دوکانداروں کو احمدی گاہکوں کی کفایت سے جتنا نقصان پہنچیگا۔ اس سے زیادہ وہ خود کفایت کر کے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ مگر قادیان کے احمدی دوکانداروں کی بکری نوے فیصدی احمدیوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ضرور توجہ کے مستحق ہیں۔ اور اس لئے انہیں نقصان سے بچانے کے لئے میں نے دو تجاویز کی ہیں:۔

قادیان کے رہنے والے یہیں سے سودا خریدیں

ایک تجویز تو یہ ہے۔ کہ یہاں ایک خاص طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو سودا سلف باہر سے خریدتا ہے۔ بعض لوگ تو کھانے پینے کی چیزیں بھی بٹالہ امرتسر سے خریدتے ہیں اور بعض کپڑا وغیرہ اور دیگر استعمال کی چیزیں بٹالہ امرتسر یا لاہور سے خرید لیتے ہیں بعض دفعہ اس لئے کہ یہاں مناسب چیزیں نہیں ملتیں۔ اور بعض دفعہ اس لئے کہ باہر سے سستی چیزیں مل جاتی ہیں۔ یا مقابلتاً اچھی مل جاتی ہیں۔

میں نے تو دیکھا ہے۔ کہ جب لاہور وغیرہ شہروں میں جاتا ہوں۔ تو خود بھی اور گھر کے لوگ بھی وہاں سے ضرورت کی چیزیں خرید لاتے ہیں۔ اگرچہ میں کھانے پینے کی چیزیں باہر سے نہیں منگواتا۔ مگر مجھے معلوم ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں کی ایک کافی تعداد ہے۔ جو کھانے پینے کی اشیاء بھی بٹالہ وغیرہ سے خریدتے ہیں۔ اس لئے میں حکم تو نہیں دیتا۔ مگر تحریک کرتا ہوں۔ کہ جماعت کے ایسے دوست جنہیں اللہ تعالٰے نے ملی مفاد کے سمجھنے کی توفیق دی ہو۔ وہ سب چیزیں یہاں سے ہی خرید اکریں اگر اس سے انہیں کوئی نقصان ہوگا۔ تو یہ نقصان بھی فائدہ کا ہی موجب ہوگا۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے۔ یہاں کے دوکانداروں سے ہی چیزیں خرید اکریں ؛؛

دوکانداروں کو نصیحت

اس سلسلہ میں میں یہاں کے دوکانداروں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ہوسکے۔ وہ چیزوں کی قیمت کم رکھا کریں۔ اور تھوڑی بکری پر زیادہ منافع کا اصول نہ رکھیں۔ بلکہ زیادہ بکری پر تھوڑے منافع کا اصول رکھیں۔ دونوں طرح سے ان کے گھر میں اتنا ہی آجائیگا پس وہ نفع کم لگائیں ؛؛

باہر کے دوست قادیان سے اشیاء خریدیں

دوسری تجویز اس سلسلہ میں یہ ہے۔ کہ جو دوست باہر سے یہاں آتے ہیں۔ وہ بھی ایسی چیزیں جو یہاں سے خرید کر لے جاسکیں۔ جیسے کپڑے وغیرہ یہاں سے تیار کرالیا کریں۔ میری اس اقتصادی تعلیم سے انہیں جو رقم بچے گی۔ قادیان سے اشیاء خریدنے میں اگر اس میں سے کچھ حصہ خرچ ہو جائے۔ تو بھی وہ نفع میں رہیں گے۔ میں نے اپنی ذات میں تو اس پر عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ اب جو میں لاہور گیا۔ تو گھر کے لئے بعض چیزوں کی ضرورت تھی میرے بچوں یا بیویوں نے کہا۔ کہ فلاں فلاں چیز کی ضرورت ہے مگر جو چیزیں قادیان میں مل سکتی ہیں۔ یا جن کے قائم مقام یہاں مل سکتے ہیں۔ ان کے متعلق میں نے یہی کہا۔ کہ وہ قادیان سے ہی جاکر خریدیں گے۔ اس طرح قادیان کے دوکانداروں کا کچھ نقصان دور ہو جائے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ بالکل ہی دور ہو جائے ؛؛

اسی طرح جلسہ سالانہ یا مجلس شورٰی کے موقعہ پر جو لوگ آتے ہیں۔ وہ سارے کے سارے بڑے شہروں کے رہنے والے ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ کئی ایسے مقامات پر رہائش رکھنے والے ہوتے ہیں۔ جہاں چیزوں کی قیمتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جیسی یہاں۔ وہ بھی اگر ایسی چیزیں جو آسانی سے ساتھ لے جا سکیں یہاں سے خریدلیں۔ یا کپڑے یہاں سے بنوالیا کریں۔ تو یہاں کے دوکانداروں کی بکری زیادہ ہوسکتی ہے ؛؛

چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم کئی دفعہ اپنے کپڑے یہاں سے بنوایا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا۔ کہ آپ رہتے سیالکوٹ میں ہیں۔ اور کپڑے یہاں سے بنواتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے دوہرا ثواب مجھے مل جاتا ہے۔ اس سے قادیان میں روپیہ کے چلن میں زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔ اور بھائی کو فائدہ بھی پہونچ جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر چودھری صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے والے چند سو دوست بھی پیدا ہو جائیں۔ تو قادیان کے دوکانداروں کا نقصان ہی دور نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہیں فائدہ بھی پہونچ سکتا ہے ؛؛

قادیان کے دوکانداروں کو دوسری نصیحت

دوسری نصیحت میں قادیان کے دوکانداروں کو یہ کرتا ہوں۔ کہ انہیں سودا سستا خریدنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے خود کئی دفعہ مقابلہ کیا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہاں کے بعض دوکاندار اشیاء مہنگی خریدتے ہیں۔ ایک دوست سے میں نے ایک دفعہ ایک چیز کا ریٹ دریافت کرایا۔ تو اس نے بٹالہ یا امرتسر کا ریٹ سولہ روپیہ بتایا۔ اور دوسرے نے کہا۔ کہ نو یا دس روپیہ تک آجائے گی۔ اور اس نے اس سے بھی کم میں کہ جتنا بتایا تھا۔ لاکر بھی وہ چیز دے دی۔ چیز بھی نسبتاً اچھی تھی۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ اگر چیز احتیاط سے خریدی جائے تو اچھی اور سستی مل جاتی ہے۔ میں جب ولایت جانے لگا تو میری ایک لڑکی جو اس وقت چھوٹی تھی۔ رونے لگی میں نے اسے کہا۔ کہ رو نہیں۔ میں تمہارے واسطے اچھی سی گڑیا لاؤں گا۔ یہ وعدہ آتے وقت مجھے یاد آیا۔ اور میں نے اس کے لئے ایک گڑیا کوئی چار روپیہ میں خریدی۔ بعض دوستوں نے اسے دیکھا۔ اور کہا۔ کہ بڑی عجیب چیز ہے۔ کتنے میں آئی ہے۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ میں نے قریباً چار روپیہ میں خریدی ہے۔ مگر بازار میں گیارہ بارہ سے کسی طرح کم میں نہ آئے گی۔ دور کا سفر تھا۔ اور دوسروں کے بھی بچے تھے ایک دو کو خیال آیا۔ کہ ہم بھی ایسی گڑیا لے چلیں۔ وہ گئے اور واپس آکر کہنے لگے۔ کہ یہ تو کہیں بھی سولہ شلنگ سے کم میں نہیں ملتی۔ جو گیارہ روپے کے قریب بنتے ہیں۔ تو میں نے تجربہ کیا ہے۔ کہ اگر مجھے خود سودا خریدنے کا موقعہ ملے۔ تو چیز سستی مل جاتی ہے۔ ولایت کی ایک بڑی دوکان ہے۔ جہاں سے بادشاہ اور ملکہ بھی سودا خریدتے ہیں۔ میں نے وہاں سے ایک چیز خریدی۔ ان کا دستور ہے۔ کہ چیز کی قیمت کم نہیں کرتے مگر میں نے کم کرا کے خریدی۔ ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا۔ کہ آپ نے یہ چیز کہاں سے لی ہے۔ میں نے اسے بتایا۔ کہ فلاں دوکان سے لی ہے۔ اور قیمت کم کرا کے لی ہے۔ وہ حیران ہوا۔ اور کہنے لگا کہ وہاں تو قیمت کم کرنے کا کوئی نام لے۔ تو وہ باہر نکال دیتے ہیں۔ کہ تم ہماری ہتک کرتے ہو۔ تو انسان اگر ہوشیاری سے سودا خریدے تو سستا خرید سکتا ہے ؛؛

ارزاں خرید کی ایک دلچسپ مثال

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایک صحابی کو ایک دینار دیا۔ کہ ایک بکرا خرید لاؤ۔ وہ گیا۔ اور واپس آکر بکرا بھی دے دیا۔ اور دینار بھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ دینار کیسا واپس کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ کہ میں شہر سے ذرا دور چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے ایک دینار میں دو بکرے خریدے۔ کیونکہ وہاں سستے ملتے تھے۔ رستہ میں ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ بکرے کا کیا لوگے۔ میں نے کہا۔ ایک دینار۔ اور یہاں چونکہ ایک دینار ہی کو بکرا ملتا ہے۔ اس نے ایک دینار دے کر بکرا خرید لیا۔ اس لئے دینار بھی حاضر ہے اور بکرا بھی۔ آپؐ نے اس کے لئے دعا کی۔ کہ خدا تعالٰے ہمیشہ اس کے سودے میں برکت دے۔ اور صحابہ کا بیان ہے۔ کہ وہ اگر مٹی پر بھی ہاتھ ڈالتا۔ تو سونا ہو جاتی۔ لوگ تجارت کے لئے اسے اس کثرت سے روپیہ دیتے کہ اسے انکار کرنا پڑتا۔ مگر پھر بھی لوگ اس کی ڈیوڑھی میں پھینک کر چلے جاتے۔ تو اگر ہوشیاری سے چیز خریدی جائے تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ سستی نہ ملے ؛؛

سادگی یا بددیانتی

بعض لوگ جاتے ہیں۔ اور دوکاندار سے کہدیتے ہیں۔ کہ سستا سودا دینا۔ اور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ سستا خریدنے کی ہم نے پوری کوشش کرلی یہ سادگی ہے یا بددیانتی۔ کہ محنت نہ کی اور سمجھ لیا۔ کہ کرلی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک سابقون الاولون صحابی تھے۔ جو بہت مخلص تھے مگر بہت سادہ طبیعت تھے۔ وہ آتے وقت آپ کے لئے ضرور کوئی نہ کوئی پھل وغیرہ لے آتے۔ مگر ان کے خریدنے کا طریق یہ تھا۔ کہ دوکان پر گئے۔ اور کہا۔ میاں اچھے سیب ہیں۔ اب وہ دوکاندار کیوں کہیگا۔ کہ اچھے نہیں ہیں۔ وہ کہہ دیتا۔ کہ ہاں بہت اچھے ہیں۔ یہ کہتے کیا بھاؤ دوگے وہ اگر کہتا کہ روپیہ کے سولہ۔ تو یہ کہتے۔ کہ بارہ دو۔ مگر اچھے چن کر دیدو۔ میں نے اپنے پیر کے لئے لے جانے ہیں۔ وہ وہی جو سولہ کے حساب سے دیتا۔ اٹھا کر دیدیتا۔ اور وہ لے آتے۔ حالانکہ ان میں اتنی ہی اچھائی ہوتی تھی جتنی کہ اعلٰے چیز اور اعلٰے دوکان سے خریدنے میں ہوسکتی تھی۔ سولہ سے کم کرکے بارہ لینے میں انہیں کوئی زیادہ اچھی چیز نہ مل جاتی تھی۔ پس بے احتیاطی سے سودا خریدنا یا سادگی سے ہوتا ہے۔ یا بددیانتی سے کوشش کرکے اور مختلف دوکانیں پھر کر اگر چیز خریدی جائے۔ تو سستے داموں مل سکتی ہے ؛؛

437

سکیم میں کون کون سے امور مدنظر ہیں

اب میں نے اس سکیم کے متعلق مجموعی طور پر اس کی وہ تفصیلات جو موجودہ حالات میں ضروری تھیں۔ سب بیان کر دی ہیں اور اس میں میں نے مندرجہ ذیل امور مدنظر رکھے ہیں۔

جماعت کی ذہنیت میں تبدیلی

(۱) یہ کہ جماعت کے اندر اور باہر ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ جس سے جماعت کی ذہنیت اور اقتصادی حالت اچھی ہو جائے۔ اچھی ذہنیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اگر کسی شخص کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا رکھا ہو۔ مگر وہ یہ سمجھے کہ اچھا نہیں تو مزا نہیں اٹھا سکتا۔ جب سے ایک ہی سالن کھانے کی پابندی پر شدت سے عمل شروع کیا ہے۔ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ پہلے اگر دو سالن کبھی آتے۔ تو کئی دفعہ ایک کو ناپسند اور دوسرے کو پسند کیا کرتا تھا۔ مگر جب ایک ہی کھانا ہو۔ تو جن نقائص کو دو کی صورت میں زبان محسوس کرتی ہے وہ محسوس نہیں ہوتے۔ کیونکہ جب زبان کو معلوم ہو کہ دوسرا نہیں ملتا۔ تو اعتراض کا مادہ کم ہو جاتا ہے پس ذہنیت بڑا بھاری اثر رکھتی ہے کوئی غریب آدمی پیدل چلا جا رہا ہو اور کوئی کمہار اسے کہے کہ پیدل کیوں چلتے ہو۔ آؤ میرے گدھے پر بیٹھ جاؤ۔ تو اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا۔ اور وہ خیال کریگا کہ اتنے میل پیدل چلنے سے بچ گئے۔ لیکن اگر کوئی امیر آدمی جا رہا ہو۔ اور اسے غصہ آ رہا ہو۔ کہ نوکر کو گھوڑا لانے کا حکم دیا تھا۔ وہ نہیں لایا۔ یا کسی دوست رشتہ دار کو اطلاع دی تھی۔ کہ فلاں جگہ پر گھوڑا بھیج دینا۔ اور اس نے نہیں بھیجا۔ اور وہی گدھے والا اسے کہے کہ آؤ میرے گدھے پر سوار ہو جاؤ۔ تو وہ بجائے کسی جذبہ امتنان کے اظہار کے اتنی مغلظات سنائے گا۔ کہ شاید اسے کانوں میں انگلیاں دے لینی پڑیں۔ اور اپنی ذہنیت کے بدلہ میں وہ امیر آدمی گدھے پر چڑھنے کی دعوت کا انکار کرتے کرتے خود گدھا بن جائیگا تو ذہن کا اثر بڑی چیز ہے۔ اگر ذہنیت تبدیل ہو جائے تو آدھی لڑائی فتح ہو سکتی ہے۔ کسی امیر آدمی کو جو ایک بزرگ سے اخلاص نہیں رکھتا۔ اس کا مستعمل کپڑا دے کر دیکھو کس قدر ناراض ہوگا۔ لیکن اگر اخلاص ہو اور وہ سمجھے کہ مستعمل کپڑے میں برکت ہوگی۔ تو خود لجاجت کر کے لے گا۔

رسول کریمؐ سے صحابہ کے اخلاص کی ایک مثال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی ایک جنگ میں قید ہو کر مکہ میں پہنچے۔ کفار انہیں طرح طرح کے دکھ دیتے تھے۔ اور مار دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ایسی حالت میں ان سے کسی نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک اچھا نہ ہوتا۔ کہ تم مدینہ میں آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے اور تمہاری جگہ یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے۔ اگر ان صحابی کے دل میں اخلاص نہ ہوتا۔ تو وہ کہتے کہ میرے ایسے نصیب کہاں۔ مگر انہوں نے جواب دیا۔ کہ تم تو یہ کہتے ہو۔ مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ اور محمد رسول اللہ کے پاؤں میں مدینہ ہی کی کسی گلی میں کانٹا چبھ جائے۔ ہمارے پیر ہر اس کانٹے کی جستجو کرتے ہیں جو آپ کے پاؤں میں چبھنے والا ہو۔ غرض ذہنیت کے تغیر سے بہت بڑا تغیر ہو جاتا ہے ایک شخص جو پانسو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتا ہے۔ اگر تنزل کر کے اس کی تنخواہ چار سو روپے کر دی جائے تو اس کے ہاں ماتم برپا ہو جائے گا اور وہ بے چین ہو جائے گا کہ اب خرچ کیونکر چلے گا۔ لیکن اگر ایک تین سو ماہوار پانے والے کی تنخواہ چار سو کر دی جائے۔ تو وہ اور اس کے گھر والے خوشی سے اچھلتے پھریں گے۔ اور سمجھیں گے کہ اب خوب آرام سے گزر ہوگی پس اس سکیم میں اول تو میرے مدنظر یہ بات ہے کہ ذہنیت میں ایسا تغیر کروں۔ کہ جماعت خدمت دین کے لئے تیار ہو جائے۔ اور آئندہ ہمیں جو قدم اٹھانا پڑے۔ اسے بوجھ نہ خیال کیا جائے۔ بلکہ کشاشت کے ساتھ اٹھایا جا سکے۔

ماحول کا تغیر

ذہنیت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ماحول کا تغیر بھی میرے مدنظر ہے۔ یعنی اقتصادی حالت کی درستی اور مشقت کی عادت میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ جو لوگ عمدہ عمدہ کھانے اور عمدہ لباس پہننے کے عادی ہوں۔ وہ اگر ضرورت پڑے تو باہر خدمت دین کے لئے نہیں جا سکتے۔ امیروں کی اولاد عام طور پر نیکی سے محروم رہ جاتی ہے۔ اول تو والدین کی حد تک پہنچنا یوں بھی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن جب جفاکشی کی عادت نہ ہو۔ تو بالکل ہی اچھے کام نہیں کر سکتے۔ میں نے اس سکیم میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ ایسا ماحول پیدا کر دیا جائے۔ کہ ان کے اندر اچھے کام کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے۔

ہر طبقہ میں احساس پیدا کرنا

دوسری بات میرے مدنظر یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو یہ احساس کرا دیا جائے۔ کہ اب وقت بدل چکا ہے۔ اس سکیم کا اثر سب ہی پر پڑے گا۔ جو شخص زیادہ کپڑے بنوانے کا عادی ہے۔ جب وہ جا کر اب اور کپڑا خریدنے لگے گا۔ تو معاً اسے خیال آئے گا۔ کہ اب ہماری حالت بدل گئی ہے۔ جب بھی بیوی سبزی ترکاری کے لئے کہے گی اور دو تین کے بجائے صرف ایک ہی منگوانے کو کہے گی۔ تو فوراً اسے خیال آ جائے گا۔ کہ اب ہمارے لئے زیادہ قربانیاں کرنے کا وقت آ گیا ہے جب بھی نوکر کھانا پکانے لگے گا۔ اور صرف ایک ہنڈیا چڑھائے گا۔ اسے محسوس ہو جائے گا۔ کہ اب اس گھر کی حالت بدل گئی ہے۔ غرضیکہ کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں احساس نہ پیدا ہوگا۔ کہ اب جماعت کی حالت بدل گئی ہے۔ اور اسے بھی اپنی حالت کو بدل لینا چاہیئے۔ ورنہ تم جماعت کا مخلص حصہ نہیں سمجھے جاؤ گے۔

ہر پہلو سے دشمن کی مدافعت

تیسری بات میں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ جس قدر اطراف سے سلسلہ پر حملہ ہو رہا ہے۔ سب کا دفعیہ ہو۔ اب تک ہم نے بعض رستے چن لئے تھے۔ اور کچھ قلعے بنا لئے تھے۔ مگر کئی حملے دشمن کے اس لئے چھوڑ دیتے تھے۔ کہ پہلے فلاں کو دور کر لیں۔ پھر اس طرف توجہ کریں گے۔ مگر اس سکیم میں اب میں نے یہ مدنظر رکھا ہے۔ کہ حتی الوسع ہر پہلو کا دفعیہ کیا جائے اور کوئی حملہ ایسا نہ ہو جس کے جواب کے لئے ہم تیار نہ ہوں۔ مثلاً یہ بھی ہم پر ایک حملہ تھا۔ کہ کانگرسی کھدر پہنتے ہیں۔ اور آپ کی جماعت مذہبی جماعت ہوتے ہوئے اس قدر قربانی نہیں کرتی۔ ہم جواب دیتے تھے۔ کہ کانگرسی وہ روپیہ جو کھدر پہننے سے بچتا ہے۔ کانگرس کو نہیں دیدیتے لیکن ہماری جماعت تو اس قدر مالی قربانی کرتی ہے کہ کانگرس والے اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکتے مگر یہ جواب گو درست تھا۔ مگر سوال کا پہلو بچا کر دوسرے رنگ میں دیا جاتا تھا۔ اس جہت سے ہم کوئی جواب نہ دے سکتے تھے۔ جس طرف سے کہ یہ حملہ کیا جاتا تھا۔ مگر اب ہم کہیں گے کہ صرف کھدر پہننا کوئی عقلمندی نہیں۔ عقلمندی یہ ہے کہ اقتصادی حالت کو درست کیا جائے۔ اور ہم نے ایسا عہد کیا ہے کہ جس سے ہماری اقتصادی حالت درست ہو جائے۔ مثلاً بیش قیمت لباس نہ استعمال کیا جائے۔ گوٹا کناری اور رنگینہ لیس وغیرہ نہ خریدے جائیں۔ کانگرسی کھدر کے ساتھ ایسی سب چیزیں استعمال کر لیتے تھے۔ مگر ہم نے یہ سب چیزیں چھوڑ دی ہیں۔ اسی طرح ہم نے کپڑوں میں کفایت کے علاوہ کھانے۔ شادیوں اور دعوتوں میں بھی تغیر کر دیا ہے پس اب ہم ان کے اصول کو صحیح قرار دیتے ہوئے بھی جواب دے سکتے ہیں۔

ہر جہت سے دشمن پر حملہ

چوتھی بات میں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ سلسلہ کی طرف سے پہلے ہم نے ایک دو رستے مقرر کر رکھے تھے۔ اور انہی راہوں سے دشمن پر حملہ کرتے تھے۔ اور باقی کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے تھے۔ کہ ابھی اور کی توفیق نہیں۔ مگر اب سکیم میں میں نے یہ بات مدنظر رکھی ہے کہ حملے وسیع ہوں۔ اور بیسیوں جہات سے دشمن پر حملے کئے جائیں۔ ہمارے حملے ایک ہی محاذ پر محدود نہ ہوں۔ بلکہ جس طرح دفاع کے لئے ہم مختلف طریق اختیار کریں۔ اسی طرح حملہ کے لئے بھی مختلف محاذ ہوں۔

مغربی اثر کا ازالہ

پانچویں بات یہ ہے۔ کہ مغربیت کے بڑھتے ہوئے اثر کو جو دُنیا کو کھائے جاتا ہے۔ اور جو دجال کے غلبہ میں ممد ہے۔ اسے دُور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے عورتوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کچھ عرصہ ہُوا۔ ایک لیکچر دیا تھا۔ اگرچہ مجھے افسوس ہے۔ کہ ہمارے کارکنوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور سکول میں لڑکیوں کی تعلیم کو اس طرز پر نہیں بدلا جو میں نے بتائی تھی۔ مگر مَیں نے اپنے گھر میں اسے رائج کر دیا ہے۔ اور اپنی لڑکیوں کو سکول سے ہٹا کر ایسے رنگ میں انہیں گھر پر تعلیم دلانی شروع کر دی ہے۔ کہ تا ایک طرف انگریزی بولنی اور لکھنی آ جائے۔ دوسری طرف دینی تعلیم اور اردو زبان کی تعلیم زیادہ ہو۔ سکولوں میں گو انگریزی اور اس کے لوازمات پر زور دیا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی طالبات کو انگریزی بولنی نہیں آتی۔ حالانکہ کسی زبان کے سیکھنے میں اصول یہ ہونا چاہیئے۔ کہ طالب علم اس میں گفتگو کر سکے۔ مگر سکولوں کی تعلیم سے یہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ اُستانیوں کو بھی بولنی نہیں آتی۔ تو لڑکیاں کس طرح سیکھیں گی۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے۔ لڑکوں کو بھی انگریزی بولنی نہیں آتی۔ مگر میں نے اپنے گھر میں اس طرز پر تعلیم شروع کرائی ہے۔ کہ انگریزی بولنے کی مشق ہو۔ اور باقی تعلیم دینی ہو گو بچوں کی تعلیم پر مجھے ایک بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے کیونکہ کئی اُستاد اور اُستانی رکھنی پڑتی ہے۔ اور بوجھ ناقابل برداشت ہوتا ہے مگر مقصود روپیہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور جب تک ہمارے زنانہ سکول کی حالت نہ بدلے۔ ایسا کرنا پڑے گا۔ اس وقت میں نے اس امر کو پھر دوہرا دیا ہے۔ تا لوگوں کو معلوم رہے۔ کہ لڑکیوں کی موجودہ تعلیم کا میں سخت مخالف ہُوں۔ تا دُوسرے مخلصین اگر صحیح طرز ابھی اختیار نہ کر سکیں۔ تو بھی ان کے دل میں یہ خلش ضرور ہو۔ کہ ہم نے اسے بدلنا ہے۔ غرض مغربیت کے اثر کو زائل کرنا بھی اس سکیم میں میرے مدنظر ہے۔ اور جوں جوں وُہ زائل ہوتا جائیگا۔ اسلام کی محبت اور اس کا دخل بڑھتا جائیگا۔ اسی لئے میں نے ہاتھ سے کام کرنے اور ایک ہی سالن کھانے کی عادت ڈالنے کی ہدایت کی ہے۔ یہ دونوں باتیں مغربیت کے خلاف ہیں ؛

امیر و غریب کا بُعد دُور ہو

چھٹی بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے زیادہ جدوجہد کی جائے۔ کیونکہ ہماری فتح اسی سے ہو سکتی ہے۔ اسی لئے دُعا کرنا مَیں نے اپنی سکیم کا ایک جزو رکھا ہے۔ اس کی غرض یہی ہے۔ کہ ہماری تمام ترقیات اسی سے وابستہ ہیں۔ اور جب ہمارے اندر سے غرور نکل جائے اسوقت اللہ تعالےٰ کا فضل نازل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو یہی پسند ہے۔ کہ امن کی بنیاد ایسے اصُول پر قائم ہو۔ کہ انسانیت کے لحاظ سے سب برابر ہوں۔ اس سکیم میں مَیں نے یہ بات بھی مدنظر رکھی ہے۔ کہ امیر و غریب کا بُعد دُور ہو۔ مثلاً بعض گھر ایسے ہوتے ہیں۔ جہاں مہمان زیادہ آتے ہیں۔ وُہ چار پانچ کھانے پکاتے ہیں۔ اور جو مہمان بلند پایہ ہوں۔ انہیں میز پر اپنے ساتھ بلا کر کھانا کھلا دیتے ہیں۔ اور جو ذرا کم درجہ کے ہوں۔ انہیں کہدیا جاتا ہے۔ کہ آپ اپنے کمرہ میں تشریف رکھیں۔ وہیں کھانا آپ کو پہونچ جائیگا۔ مگر جب ایک ہی سالن پکیگا۔ تو اس کی بھی ضرورت نہ ہوگی ؛

زیادہ سے زیادہ مبلغ پیدا کرنا

ساتویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے۔ کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد کو تبلیغ کے لئے تیار کیا جائے پہلے سارے اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور جو ہوتے ہیں۔ وُہ ایسے رنگ میں ہوتے ہیں۔ کہ مبلغ نہیں بن سکتے۔ اول تو عام طور پر ہماری جماعت میں تبلیغ کا انحصار مبلغوں پر ہی ہوتا ہے۔ وُہ آئیں اور تقریریں کر جائیں۔ ان کے علاوہ انصار اللہ ہیں۔ مگر وُہ ارد گرد جا کر تبلیغ کر آتے ہیں۔ اور وُہ بھی ہفتہ میں ایک بار۔ اس سے تبلیغ کی عادت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی تبلیغ کرنے کا ہنر آتا ہے کسی بات کو سیکھنے کیلئے تسلسل اور تواتر سے کام کرنیکی ضرورت ہوتی ہے میرے پاس موٹر ہے۔ اور میں نے کئی بار کوشش کی ہے۔ کہ اسے چلانا سیکھ لوں۔ اور جب کبھی سفر پر جاتا ہوں۔ تو اس کی مشق شروع کرتا ہوں۔ مگر واپس آکر چھوڑ دیتا ہوں۔ اور پھر اگر کبھی باہر جانے کا موقعہ ملا۔ تو اسے شروع کیا۔ اور اس طرح مَیں چار سال میں بھی موٹر چلانا نہیں سیکھ سکا۔ لیکن اگر چار سال کی جگہ چار دن مسلسل سیکھتا۔ تو سیکھ لیتا ؛

پس اب میں نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ کہ تین ماہ کے لئے جو دوست فراغت حاصل کر سکیں۔ وُہ تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اور اس طرح متواتر تین ماہ تک گھر سے دُور جا کر تبلیغ کریں۔ اپنے گاؤں کے ارد گرد اگر ایک تبلیغی وفد بن کر چلا بھی جائے۔ تو اگر کسی مخالف کو غصہ بھی آئے۔ تو وُہ یہ خیال کر کے چپ ہو رہے گا۔ کہ یہ زیادہ آدمی ہیں۔ ایسا نہ ہو ماریں۔ اور اس طرح ان کو تبلیغ کی ٹریننگ نہ ہوگی۔ مگر جب اپنے ماحول سے دُور جا کر اور مسلسل طور پر ایک شخص کام کرے گا تو اسے مبلغ والی صحیح تربیت حاصل ہوگی۔ پس اس سکیم میں یہ بھی میرے مدنظر ہے۔ کہ تبلیغ کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے۔ اور ایسے مبلغ پیدا کئے جائیں۔ جو بغیر معاوضہ کے تبلیغ کریں۔

مرکز کی حفاظت کی ضرورت

آٹھویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے۔ کہ مرکز کو ایسا محفوظ کیا جائے۔ کہ وُہ بیرونی حملوں سے زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو جائے۔ اس بات کو اچھی طرح سوچنا چاہئے۔ کہ ایک سپاہی اور جرنیل میں کتنا فرق ہے۔ مگر یہ فرق ظاہر میں نظر نہیں آتا۔ مثال کے طور پر آنکھوں کو لے لو۔ سپاہی اور جرنیل کی آنکھ میں کیا فرق ہے۔ سوائے اس کے کہ سپاہی کی نظر تیز ہوگی۔ اور جرنیل بوجہ بڑھاپے کے اس قدر تیز نظر نہ رکھتا ہوگا۔ اسی طرح دونوں کے جسم میں کیا فرق ہے۔ سوائے اس کے کہ سپاہی نوجوان اور مضبوط ہونے کی وجہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اور جرنیل اس قدر نہیں اٹھا سکتا۔ یا سپاہی زیادہ دیر بھُوک برداشت کر سکتا ہے۔ اور جرنیل ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے جرنیل کی جان ہزاروں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ اور بعض دفعہ ساری کی ساری فوج اسے بچانے کے لئے تباہ ہو جاتی ہے۔ نپولین کو جب انگریزوں اور جرمنوں کی متحدہ فوج کے مقابل میں آخری شکست ہُوئی ہے۔ تو اس وقت اس کی فوج کے ایک ایک سپاہی نے اسی خواہش میں جان دے دی۔ کہ کسی طرح نپولین کی جان بچ جائے۔ کیونکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا۔ کہ اگر نپولین بچ گیا۔ تو فرانس بھی بچ جائے گا۔ ورنہ مٹ جائیگا نپولین کا جو گارڈ تھا۔ وُہ چیدہ بہادروں پر مشتمل تھا۔ اور اس کے سب سپاہی اس قدر بہادر تھے۔ کہ یورپ میں ضرب المثل تھی۔ کہ نپولین کا گارڈ جب حرکت میں آتا ہے۔ تو زمین ہل جاتی ہے۔ جب واٹرلو کے میدان میں جنگ کا پہلو فرانسیسیوں کے حق میں خراب نظر آنے لگا۔ تو گارڈ آگے بڑھے۔ اس دن انگریز اور جرمن بھی یہ سمجھ کر لڑ رہے تھے۔ کہ اگر آج شکست ہوگئی تو دُنیا میں ہم زندہ نہ رہ سکیں گے۔ اس لئے وُہ بھی سر اور دھڑ کی بازی لگائے ہُوئے تھے۔ اس لئے جب گارڈ نے حملہ کیا۔ تو انگریزی فوج اس کے صدمات کو جُرأت سے سہہ گئی۔ اور گارڈ کا پہلا حملہ ناکام رہا۔ تو فرانسیسیوں کے لئے خطرہ اور بھی بڑھ گیا۔ اتنے میں گولہ بارود بھی فرانسیسیوں کا ختم ہو گیا۔ اور گارڈ کو تلواروں اور کرچوں سے لڑنا پڑا۔ وُہ گولیاں کھا کھا کر گر رہے تھے۔ مگر پیچھے نہ ہٹتے تھے۔

لکھا ہے۔ کہ اس وقت کسی نے انہیں کہا۔ کہ تم بندوقیں کیوں استعمال نہیں کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہمارے پاس گولی بارود نہیں۔ اس نے کہا۔ پھر بھاگتے کیوں نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ بھاگنا ہمیں نپولین نے سکھایا نہیں

اور اس وقت بعض فرانسیسی افسر آگے بڑھے۔ اور نپولین کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے موڑنا چاہا۔ اور اس سے درخواست کی۔ کہ آپ واپس لوٹیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں کس طرح لوٹ سکتا ہوں جب میرے سپاہی جانیں دے رہے ہیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ فرانس کی عزت آپ سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپ واپس لوٹیں۔ تو بعض دفعہ بعض چیزوں کو ایسی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ کہ ان کے مٹنے کے بعد شان قائم نہیں رہ سکتی۔

قادیان کی اہمیت

پس قادیان اور باہر کی اینٹوں میں فرق ہے۔ اس مقام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ میں اسے عزت دیتا ہوں جس طرح بیت الحرم بیت المقدس یا مدینہ و مکہ کو برکت دی ہے۔ اور اب اگر ہماری غفلت کی وجہ سے اسکی تقدیس میں فرق آئے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔ اس لئے یہاں کی اینٹیں بھی انسانی جانوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اور یہاں کے مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے اگر ہزاروں احمدیوں کی جانیں بھی چلی جائیں تو پھر بھی ان کی اتنی حیثیت بھی نہ ہوگی۔ جتنی ایک کروڑ پتی کے لئے ایک پیسہ کی ہوتی ہے۔ پس قادیان اور قادیان کے وقار کی حفاظت زیادہ سے زیادہ ذرائع سے کرنا ہمارا فرض ہے

مزید قربانیوں کیلئے تیاری

نویں بات۔ اس میں میرے مدنظر یہ ہے۔ کہ جماعت کو ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے۔ کہ اگلا قدم اٹھانا سہل ہو۔ میں نے اس سکیم میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ اگر آئندہ اور قربانیوں کی ضرورت پڑے۔ تو جماعت تیار ہو۔ اور بغیر مزید جوش پیدا کرنے والی تحریکات کرنے کے جماعت آپ ہی آپ اس کے لئے آمادہ ہو۔

مشرقی حکومتوں سے تعلقات کی استواری

دسویں بات اس میں میں نے یہ مدنظر رکھی ہے۔ کہ ہماری جماعت کا تعلق صرف ایک ہی حکومت سے نہ رہے۔ اب تک ہمارا حقیقی تعلق صرف ایک ہی حکومت سے ہے۔ سوائے افغانستان کے جہاں ہماری جماعت اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ اور احمدی کام نہیں کر سکتے۔ باقی سب مقامات پر جہاں جہاں زیادہ اثر رکھنے والی جماعتیں ہیں۔ مثلاً ہندوستان نائیجیریا۔ گولڈ کوسٹ۔ مصر۔ سیلون۔ ماریشس وغیرہ مقامات پر وہ سب برطانیہ کے اثر کے نیچے ہیں۔ دیگر حکومتوں سے ہمارا تعلق نہیں۔ سوائے ڈچ حکومت کے۔ مگر ڈچ بھی یورپین ہیں۔ اور یورپینوں کا نقطۂ نگاہ ایشیائی لوگوں کے بارہ میں جلدی نہیں بدلتا۔ ہمیں ایسی حکومتوں سے بھی لگاؤ پیدا کرنا چاہیئے جن کی حکومت میں ہم شریک ہوں یا جو ہم پر حکومت کرنے کے باوجود ہمیں اپنا بھائی سمجھیں۔ مشرقی خواہ حاکم ہو مگر وہ محکوم کو بھی اپنا بھائی سمجھے گا۔ اسی طرح جنوبی امریکہ کے لوگ ہیں۔ انہوں نے بھی چونکہ کبھی باہر حکومت نہیں کی۔ اس لئے وہ بھی ایشیائی لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ پس اس سکیم میں میرے مدنظر ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم باہر جائیں۔ اور نئی حکومتوں سے ہمارے تعلقات پیدا ہوں۔ تا ہم کسی ایک ہی حکومت کے رحم پر نہ رہیں۔ یوں تو ہم خدا تعالےٰ کے ہی رحم پر ہیں۔ مگر جو حصہ تدبیر کا خدا نے مقرر کیا ہے۔ اسے اختیار کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے ہمارے تعلقات اس قدر وسیع ہونے چاہئیں۔ کہ کسی حکومت یا رعایا کے ہمارے متعلق خیالات میں تغیر کے باوجود بھی جماعت ترقی کر سکے۔

آئندہ نسلوں کی شرکت

گیارھویں بات یہ مدنظر ہے۔ کہ آئندہ نسلیں بھی اس درد میں ہماری شریک ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک نعمت دی ہے کہ ہمارے دلوں میں درد پیدا کر دیا ہے۔ گورنمنٹ نے جو ہماری ہتک کی۔ یا احرار نے جو اذیت پہنچائی۔ اس کا یہ فائدہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہمارے دلوں میں درد کی نعمت پیدا کر دی۔ اور وہی بات ہوئی۔ جو مولانا روم نے فرمائی ہے۔ کہ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

یعنی ہر آفت جو مسلمانوں پر آتی ہے۔ اس کے نیچے ایک خزانہ مخفی ہوتا ہے۔ پس یقیناً یہ بھی ایک خزانہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیا۔ کہ جماعت کو بیدار کر دیا۔ اور جو لوگ سست اور غافل تھے۔ ان کو بھی چوکنا کر دیا۔ پس یہ ایک ایسا واقعہ تھا۔ جو دنیوی نگاہ میں مصیبت تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک رحمت تھا۔ اور میں نے نہیں چاہا۔ کہ اس سے صرف موجودہ نسل ہی حصہ لے بلکہ یہ چاہا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے حصہ پائیں۔ اور میں نے اس سکیم کو ایسا رنگ دیا ہے۔ کہ آئندہ نسلیں بھی اس طریق پر نہیں جو شیعوں نے اختیار کیا۔ بلکہ عقل سے اور اعلیٰ طریق پر جو خدا کے پاک بندے اختیار کرتے آئے ہیں اسے یاد رکھ سکیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس کے علاوہ اور بھی فوائد ممکن ہے اس میں ہوں۔ مگر یہ کم سے کم تھے۔ جو میں نے بیان کر دئے ہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ یہ سکیم کا وہ حصہ ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بتایا۔

سکیم کے اثر کو تمام جماعت میں پھیلانے کیلئے تدابیر

اس سکیم کے ثواب کو وسیع اور فائدہ کو زیادہ کرنے کے لئے اس میں مندرجہ ذیل امور ہیں

ایک سالن کا استعمال

اوّل ایک سالن کھانا۔ اس میں سب شامل ہو سکتے ہیں۔ امیر زیادہ کو کم کر کے ایک کھا سکتا ہے۔ اور غریب تو کھاتا ہی ایک ہے۔ بعض غریب خیال کرتے ہیں۔ کہ ہمیں اس میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں۔ مگر ایسا خیال کرنے والوں نے دراصل اس سکیم کے مغز کو نہیں سمجھا۔ حالانکہ ان کا حق زیادہ ہے۔ کہ ثواب میں شریک ہوں۔ ثواب ہمیشہ نیت کا ہوتا ہے۔ عمل کا نہیں دنیا میں کون ہے۔ جو اپنی بیوی سے پیار نہیں کرتا۔ اور وہ کون مومن ہے۔ جو اپنی بیوی سے حسن سلوک نہیں کرتا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے منہ میں اس لئے لقمہ ڈالتا ہے کہ اسے ثواب حاصل ہو۔ اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ پس جو کام یوں بھی کئے جاتے ہیں۔ وہ نیت کر لینے سے نیکی بن جاتے ہیں۔ جو لوگ ایک ہی سالن کھاتے ہیں وہ پہلے مجبوری سے کھاتے تھے۔ مگر اب اگر نیت کر لیں۔ تو یہی مجبوری ان کے لئے نیکی بن جائے گی۔ اس لئے کوئی ایسا شخص نہیں۔ جو اس میں شامل نہ ہو سکتا ہو۔ بلکہ غرباء زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کئی امیر ایسے ہو سکتے ہیں۔ جو اپنے دل میں یہ کہتے ہونگے۔ کہ ہم تو تین چار سے کم سالن پر گذارہ نہیں کر سکتے۔ اور پھر وہ زبان سے اعتراض کریں گے۔ کہ گاندھی جیسی تحریکیں شروع کر دی ہیں۔ لیکن وہ غریب جسے یہ پتہ لگے کہ اس مجبوری کی حالت سے وہ ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ اور پھر بھی نہ کرے۔ تو اس سے زیادہ بے وقوف کون ہو سکتا ہے۔ اور ایسے غریب کی مثال تو اس شخص کی ہوگی۔ جو گرمیوں کے موسم میں دھوپ میں بیٹھا تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ میاں اٹھ کر سائے میں ہو جاؤ۔ تو وہ کہنے لگا۔ کیا دوگے۔ تو جو لوگ کھاتے ہی ایک سالن ہیں۔ ان کا حرج کیا ہے کہ اسے عبادت بنا لیں۔ جو غرباء خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ ہدایت امیروں کے لئے ہی ہے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بے شک امیر کے لئے ظاہری قربانی ہے۔ مگر دل کی قربانی تو غریب کے لئے بھی ہے غریب سے غریب آدمی جسے فاقے بھی آجاتے ہوں۔ اس پر بھی کبھی نہ کبھی ایسا موقعہ ضرور آجاتا ہے۔ کہ دو کھانے کھا سکے کبھی کوئی دوست تحفہ ہی بھیج دیتا ہے۔ کبھی کوئی سبزی ترکاری اپنے کھیت میں سے یا اگر اپنی نہ ہوئی۔ تو ہمسایہ سے مانگ کر ہی پکائی جاتی ہے۔ کچھ ساگ پکا لیا کچھ دال۔ کبھی آلو بھی پکا لئے اور شلغم بھی۔ تو اس طرح غریب بھی بعض اوقات دو کھانے بنا لیتے ہیں۔ گو ان میں گوشت نہیں ہوتا۔ مگر ہنڈیاں دو کئی دفعہ وہ بھی پکا لیتے ہیں۔ اب اگر ایسا شخص جسے کبھی کبھی ایسا موقعہ ملتا ہے دوسرا سالن یا ترکاری چھوڑ دے۔ تو اس کی یہ قربانی

اس امیر سے زیادہ ہے جسے روز کا چسکا ہے۔ پس غریب یہ نہ سمجھیں۔ کہ وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ہو سکتے ہیں۔ اور ان کے لئے ثواب کے حصول کا ویسا ہی موقعہ ہے۔ جیسا امراء کے لئے۔ اس لئے جماعت کے ہر فرد کو اس میں شامل ہونے کا عہد کرنا چاہیئے

اطلاع دینا ضروری ہے

میں نے کہا تھا۔ کہ جو دوست اس میں شامل ہوں۔ وہ مجھے اطلاع دیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ بیسیوں لوگ ایسے ہیں جنہوں نے عہد تو کیا ہے۔ مگر مجھے اطلاع نہیں دی۔ قادیان کے صرف دو محلوں نے بحیثیت مجموعی اس کی اطلاع دی ہے۔ ایک دارالسعتہ اور ایک دارالرحمت۔ محلہ دارالرحمت ہر تحریک میں دوسروں سے آگے رہتا ہے۔ مگر اس تحریک میں دارالسعت بھی سبقت لے گیا ہے۔ باقی کسی محلہ نے محلہ کے طور پر اطلاع نہیں دی۔ (اس عرصہ میں دارالبرکات نے بھی اطلاع دیدی ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء) اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ بیسیوں افراد ہیں۔ جنہوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ ان کے اطلاع نہ دینے کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ ڈرتے ہیں۔ کہ شاید یہ عہد ٹوٹ نہ جائے۔ اور یا پھر یہ کبر کی علامت ہے۔ جب میں نے کہا ہے کہ وہ اطلاع دیں۔ تو کیوں نہیں دیتے۔

ہاتھ سے کام کرنے کی عادت

دوسری بات میں نے غرباء کو شامل کرنے کے لئے یہ رکھی ہے کہ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا کی جائے۔ غرباء پہلے بھی ایسا کرتے ہیں۔ مگر مجبوری کے ماتحت۔ اب وہ یہ کہیں گے کہ چونکہ مذہبی اخلاق کے حصول اور قومی ترقی کے لئے ہمیں یہ ہدایت ہے۔ اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں

دعاؤں پر زور

تیسرے میں نے دعا کو ضروری قرار دیا ہے۔ کہ غریب امیر کے علاوہ اپاہج اور لنگڑے لولے بھی اس میں شامل ہو سکیں جو امیر اپاہج ہو۔ وہ تو روپیہ دے کر بھی شریک ہو سکتا ہے لیکن غریب اپاہج کے لئے کوئی صورت نہ تھی۔ اس لئے میں نے دعا کو ضروری قرار دیدیا ہے۔ تا ایسے لوگ دعاؤں میں شریک ہو کر ثواب حاصل کر سکیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ گھر میں بیٹھی ہوئی عورت بلکہ چارپائی کے ساتھ چپاں مریض بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

چندوں کی ادائیگی میں سہولت

چوتھے سکیم کے اثر کو وسیع کرنے کے لئے اور اس خیال سے کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں۔ مالی قربانیوں میں میرے مخاطب گو پہلے امراء ہی تھے مگر میں نے یہ رعایت بھی کردی ہے کہ جو غرباء دس دس یا پانچ پانچ روپے نہ دے سکیں۔ وہ کمیٹیاں ڈال کر ایک ایک روپیہ یا آٹھ آٹھ آنے جمع کر کے جس جس کے نام پر قرعہ نکلتا جائے۔ جمع کراتے جائیں۔

سکیم جبری نہیں اختیاری ہے

پانچویں بات اس کے فوائد کو وسیع کرنے کے لئے میں نے یہ بھی کی ہے کہ اس سکیم کو اختیاری رکھا ہے۔ میں نے سب حالات سامنے رکھ دئے ہیں۔ مگر ان کا علاج بھی بتا دیا ہے۔ مگر یہ نہیں رکھا۔ کہ جو حصہ نہ لے۔ اسے سزا دی جائے۔ بلکہ سزا و ثواب کو خدا تعالیٰ پر ہی چھوڑ دیا ہے۔ تا جو حصہ لے اسے زیادہ ثواب ملے۔ تحریکات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ جبری اور اختیاری۔ نماز جبری ہے۔ اور نفل اختیاری اور دونوں ضروری ہیں۔ جبر فائدہ عام کے لئے ہوتا ہے اور اختیار میں ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بندہ نفل کے ذریعہ اپنے رب کے حضور ترقی کرتا ہے۔ جماعت یقیمون الصلوٰت سے ترقی کرے گی۔ مگر افراد نفل سے۔ تو یہ فرق ہے جو شریعت نے رکھا ہے۔ اس کی تفاصیل بیان کرنے کا اس وقت موقعہ نہیں۔ اس سکیم میں میں نے نفلی ترقی مدنظر رکھی ہے۔ ہاں اس کے بعض حصے جبری ہیں۔ جیسے سینما کے متعلق حکم۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دونوں طرح سے کام لیتے تھے۔ جنگ بدر کی بھرتی اختیاری تھی۔ اور تبوک کی جبری۔ اس لئے میں ہدایت کرتا ہوں۔ کہ اس تحریک کو چلانے والے مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھیں۔

مردوں پر زور نہ دیا جائے

(۱) یہ کہ وہ صرف میری تجاویز کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس کے بعد مردوں پر اس میں شامل ہونے کے لئے زیادہ زور نہ دیں۔ ہاں عورتوں تک خبر چونکہ مشکل سے پہنچتی ہے۔ اور باہر کی مشکلات سے ان کو آگاہی بھی کم ہوتی ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں میں تو چندہ کیلئے صرف اعلان ہی کر دیتے تھے۔ کہ کون ہے۔ جو اپنا گھر جنت میں بنائے مگر عورتوں سے اصرار کے ساتھ وصول فرماتے تھے۔ بلکہ فرداً فرداً اجتماع کے مواقع میں انہیں تحریک کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے ایک کڑا اتار کر دیدیا۔ تو آپ نے فرمایا دوسرا ہاتھ بھی دوزخ سے بچا۔ پس عورتوں کے معاملہ میں اجازت ہے۔ کہ ان میں زیادہ زور کے ساتھ تحریک کی جائے۔ مگر مجبور انہیں بھی نہ کیا جائے اور مردوں پر تو زور بالکل نہ دیا جائے۔ صرف ان تک میری تجاویز کو پہنچا دیا جائے اور جو اس میں شامل ہونے سے عذر کرے اسے ترغیب نہ دی جائے۔ کارکن تحریک مجھے دکھا کر اور اسے چھپوا کر کثرت سے شائع کرا دیں۔ اور چونکہ ڈاک خانہ میں بعض اوقات چٹھیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے جہاں سے جواب نہ ملے دس پندرہ روز کے بعد پھر تحریک بھیجدیں۔ اور پھر بھی جواب نہ آئے تو خاموش ہو جائیں۔ اس طرح بیرونی جماعتوں کے سکرٹریوں کا فرض ہے کہ وہ میرے خطبات جماعت کو سنا دیں جو جمع ہوں انہیں یکجا اور جو جمع نہ ہوں ان کے گھروں پر جا کر لیکن کسی پر شمولیت کے لئے زور نہ ڈالیں اور جو عذر کرے۔ اسے مجبور نہ کریں۔

۱۵ر جنوری ۳۵ء تک چندہ یا وعدہ پہنچ جائے

تیسری بات یہ مدنظر رکھی جائے۔ کہ ہندوستان کے احمدیوں کا چندہ پندرہ جنوری ۳۵ء تک وصول ہو جائے۔ جو ۱۶ر جنوری کو آئے۔ یا جس کا ۱۵ جنوری سے پہلے پہلے وعدہ نہ کیا جا چکا ہو۔ اسے منظور نہ کریں۔ پہلے میں نے ایک ماہ کی مدت مقرر کی تھی۔ مگر اب چونکہ لوگ اس مہینہ کی تنخواہیں لیکر خرچ کر چکے ہیں۔ اس لئے میں اس میعاد کو ۱۵ جنوری تک زیادہ کرتا ہوں۔ جو رقم ۱۵ر جنوری تک آ جائے۔ یا جس کا وعدہ اس تاریخ تک آ جائے وہی لی جائے۔ زمیندار دوست جو فصلوں پر چندہ دے سکتے ہیں۔ یا ایسے دوست جو قسط وار روپیہ دینا چاہیں۔ وہ ۱۵ جنوری تک ادا کرنے سے مستثنیٰ ہونگے۔ مگر وعدے ان کی طرف سے بھی ۱۵ جنوری تک آ جانے ضروری ہیں جو رقم یا وعدہ ۱۶ر جنوری کو آئے اسے واپس کر دیا جائے۔

ہندوستان سے باہر کی جماعتوں کے لئے میعاد یکم اپریل تک ہے۔ جن کی رقم یا وعدہ اس تاریخ تک آئے وہ لیا جائے۔ اس کے بعد آنے والا نہیں۔ اس صورت میں جو لوگ اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے وعدے اس تاریخ کے اندر اندر بھیج دیں۔ رقم فروری مارچ اپریل میں آ سکتی ہے۔ یا جو دوست بڑی رقوم دس بیس تیس چالیس کی ماہوار قسطوں میں ادا کرنا چاہیں۔ یا اس سے زیادہ دینا چاہتے ہوں۔ انہیں سال کی بھی مدت دی جا سکتی ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے بھی وعدے عرصہ مقررہ کے اندر اندر آنے چاہئیں۔ اس میعاد کے بعد صرف انہی لوگوں کی رقم یا وعدہ لیا جائے گا۔ جو حلفیہ بیان دیں۔ کہ انہیں وقت پر اطلاع نہیں مل سکی۔ مثلاً جو ایسے نازک بیمار ہوں۔ کہ جنہیں اطلاع نہ ہو سکے۔ یا دور دراز ملکوں میں ہوں۔

روپیہ کی کمی کا فکر نہ کرو

پس کارکنوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعتوں پر ایسے وقت بھی آتے ہیں کہ وہ امتیاز کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشاء یہی ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کو ثواب سے محروم رکھا جائے۔ پس جن کو خدا پیچھے رکھنا چاہتا ہے۔ انہیں آگے کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ اور ہم کون ہیں۔ جو اس کی راہ میں کھڑے ہوں

ہمارے مد نظر روپیہ نہیں۔ بلکہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ خدا کے دین کی شان کس طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ غیرت والا ہے۔ وُہ کسی کے مال کا محتاج نہیں۔ یہ مت خیال کرو۔ کہ دین کی فتح اس ۲۷½ ہزار روپیہ پر ہے۔ اور کہ بعض لوگ اگر اس میں حصہ نہ لیں گے۔ تو یہ رقم پوری کیسے ہو گی۔ جب اللہ تعالےٰ اس کام کو کرنا چاہتا ہے۔ تو وُہ ضرور کر دے گا۔ اگر اللہ تعالےٰ کا یہی منشا رہے۔ کہ روپیہ پیدا نہ ہو۔ تو وُہ اس کے بغیر بھی کام کر دے گا۔ پس رقم کو پورا کرنے کے خیال سے زیادہ زور مت دو۔ کارکنوں کا کام صرف یہی ہے۔ کہ تحریک دوسروں تک پہنچا دیں۔ اور دس پندرہ دن کے بعد پھر یاد دہانی کر دیں اسی طرح جماعتوں کے سکرٹری بھی احباب تک اس تحریک کو پہونچا دیں۔ یہ کسی کو نہ کہا جائے۔ کہ اس میں حصہ ضرور لو۔ جو کہتے ہیں ہمیں توفیق نہیں۔ انہیں مت کہو۔ کہ حصہ لیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نہیں چاہتا۔ کہ جو باوجود توفیق کے حصہ نہیں لیتے ان کا حصہ اس پاک تحریک میں شامل ہو۔ اگر ایسا شخص دوسروں کے زور دینے پر حصہ لے گا۔ تو وُہ ہمارے پاک مال کو گندہ کرنے والا ہو گا۔ پس ہمارے پاک مالوں میں ان کے گندے مال شامل کر کے ان کی برکت کم نہ کرو۔

غرباء کا قابلِ رشک اخلاص اور جوش

میں نے پچھلے ایک خطبہ میں کہا تھا۔ کہ غرباء زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ اور ان کے لئے میں نے جو سہولتیں رکھی ہیں۔ ان کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور غالبًا یہ بھی کہا تھا۔ کہ مالی طور پر ان کے روپیہ سے شائد زیادتی نہ ہو۔ مگر اخلاص کے لحاظ سے ضرور ہو گی۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ غرباء شائد مال کو بھی بڑھا دینگے کیونکہ یہ ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ جب انہوں نے لبیک کہا تھا۔ تو ان کے دل کے ذرہ ذرہ سے لبیک کی صدا اٹھ رہی تھی اس کے بالمقابل بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ کہ جو زیادہ حصہ لے سکتے تھے۔ مگر انہوں نے نہیں لیا۔ اور بعض کو بظاہر جتنی توفیق تھی۔ اس سے زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ جو لوگ میرے مخاطب تھے۔ یعنی آسودہ حال ان میں سے اس وقت تک صرف پانچ چھ نے ہی حصہ لیا ہے۔ میں نے آسودگی کا جو معیار اپنے دل میں رکھا تھا۔ وُہ یہ تھا۔ کہ جو لوگ ڈیڑھ سو یا اس سے زیادہ آمد رکھتے ہیں۔ وُہ آسودہ حال ہیں۔ ہماری جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ جو فی الواقع امیر ہیں متوسط طبقہ زیادہ ہے۔ اور انہی کو ہم امیر کہہ لیتے ہیں مگر ہمارے متوسط طبقہ نے جو قربانیاں کی ہیں۔ وُہ اپنی شان میں بہت اہم ہیں۔ بعض نے تو ان میں سے چار چار ماہ کی آمدنیاں دے دی ہیں۔ اور زیادہ تر حصہ بھی انہی لوگوں نے لیا ہے۔ جو غرباء یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ گو ان کے وسائل کمزور ہیں۔ مگر دل وسیع ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشگوئی تھی۔ بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا۔ اسلام غریب ہی شروع ہوا۔ اور آخر زمانہ میں پھر غریب ہو جائیگا۔ کون ہے جو بچہ سے پیار کرتا ہے۔ مگر اس کا باپ یا اس کی ماں؟ کون ہے جو بھائی سے پیار کرتا ہے۔ مگر اس کا بھائی؟ کون ہے جو غریب الوطن سے ہمدردی کرتا ہے۔ مگر اس کا ہم وطن ان غریبوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وُہ اپنی غربت میں بھی غریب اسلام کو نہیں بھُولے۔ کیونکہ وُہ بھی غریب ہیں۔ اور اسلام بھی غریب۔ اور اس طرح وُہ اس کے رشتہ دار ہیں۔ اور اس کی غربت کی حالت کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اور اپنے خون سے اس کی کھیتی کو سینچ کر وُہ اس کی حالت کو بدلنا چاہتے ہیں۔ رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ

چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم اور ان کی اولاد

بعض لوگ مالی لحاظ سے غریب ہوتے ہیں۔ اور بعض دل کے غریب ہوتے ہیں۔ اور دل کے غریب وُہ ہوتے ہیں۔ جو کبر محسوس نہ کریں میں نے بیسیوں تحریکیں اپنی خلافت کے زمانہ میں کی ہیں۔ مگر کئی امراء اور علماء ہماری جماعت کے ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے ان میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ اس لئے جو امراء دینی تحریکات میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کو بھی میں غرباء میں ہی شامل کرتا ہوں۔ کیونکہ وُہ دل کے غریب ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر میں چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم کی اکثر اولاد بالخصوص چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر کرتا ہوں۔ میں نے آج تک کوئی تحریک ایسی نہیں کی جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو۔ خواہ وُہ تحریک علمی تھی۔ یا جسمانی یا مالی۔ یا سلوک کی خدمت کی تھی۔ انہوں نے فورًا اپنا نام اس میں پیش کیا۔ اور پھر خلوص کے ساتھ اسے نباہا۔ جب میں نے ریزروفنڈ کی تحریک کی تھی۔ تو کئی لوگوں نے اپنے نام دیئے مگر ان میں سے صرف چودھری ظفر اللہ خان صاحب ہی ہیں جنہوں نے اسے پوری طرح نباہا۔ اور ہزاروں روپیہ جمع کر کے دیا۔ حالانکہ اس وقت ان کی پوزیشن ایسی نہ تھی۔ جیسی اب ہے۔ کہ کوئی خیال کرے۔ کہ اپنے اثر سے روپیہ جمع کر لیا ہو گا۔ چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم گو ۱۹۰۵ء کے بعد داخل سلسلہ ہُوئے۔ مگر انہوں نے اخلاص کا بہت نیک نمونہ دکھایا۔ اور وُہی نمونہ کم و بیش ان کی اولاد میں بھی ہے اور ان کی اہلیہ میں بھی اخلاص کا وُہ نیک نمونہ ہے۔ بلکہ وُہ صاحب کشوف بھی ہیں۔ ان کو ہمیشہ سچے خواب آتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کی اولاد سے اس لئے بھی محبت ہے۔ کہ جب میں نے آواز دی۔ کہ جو لوگ اپنے گزارہ کے لئے کافی روپیہ کما چکے ہوں۔ وُہ اب اپنا بڑھاپا دین کے لئے وقف کر دیں۔ تو چودھری نصر اللہ خان صاحب مرحوم نے اس پر لبیک کہا اور نہایت اخلاص سے صدر انجمن احمدیہ میں کام کرتے رہے۔ اور وفاداری۔ اور فرمانبرداری سے کام کیا۔ ان کو چونکہ میرے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس لئے مجھے ان کی قدر ہے۔ اور ان کی اولاد نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے باپ کے لئے بھی مجھے پیاری ہے۔ اور اب کہ ان کا ذکر آیا ہے۔ میں ان کی اولاد کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ ان کے دل کا متاع کبھی ضائع نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی نعمتیں دے۔ تو یہ اس کا فضل ہے۔ لیکن ان کے دل کی غربت ضرور قائم رہے بلکہ بڑھتی رہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو۔ تو دنیوی مال و دولت ایک لعنت ہے۔

سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب

میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان کے سوا جماعت میں اور مخلص نہیں ہیں۔ اور بھی بڑے بڑے مخلص ہیں ایک سیٹھ عبد اللہ بھائی ہیں انہوں نے اتنی مالی قربانیاں کی ہیں۔ کہ وہ پہلے حقیقتًا امیر آدمی تھے۔ مگر اب عملًا غریب ہیں انہوں نے تبلیغ کا بھی بہت کام کیا ہے مالی قربانی انہوں نے بالکل ایسی کی ہے۔ جس طرح سیٹھ عبد الرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب نے کی تھی۔ لیکن تبلیغی خدمت ان کی ایسی ہے۔ جس کی مثال موجودہ جماعت میں نہیں ملتی۔ انہیں تبلیغ کا جنون ہے۔ ان کے ذریعہ ایسی ایسی جگہوں پر احمدیت پہنچی ہے۔ کہ جہاں اور کوئی نہ پہنچا سکتا۔ مجھے دو چار دن ہوئے۔ ایک گریجوایٹ رجسٹرار کا ایک ایسے علاقہ سے خط آیا جس کا نام بھی میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ اس نے لکھا کہ میں سکندر آباد آیا تھا وہاں سیٹھ صاحب کے لڑکے یا کوئی رشتہ دار کسی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ جو میں نے سنیں۔ بعد میں ان کو خط لکھا۔ اور انہوں نے مجھے لٹریچر بھیجا۔ جسے پڑھ کر مجھ پر حق کھل گیا۔ تو ایسے ایسے مقامات پر ان کے ذریعہ تبلیغ پہنچی ہے۔ کہ ہم جہاں نہ پہنچ سکتے تھے۔ وہ تبلیغی لٹریچر بہت پھیلاتے ہیں۔ اور اس کام میں وہ اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں تبلیغ کے میدان میں ایک بھی احمدی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ جب احمدی ہونے کے قریب تھے۔ تو مجھے ایک دوست نے دعا کے لئے لکھا اور میں نے رویاء دیکھا۔ کہ ایک مکان ہے۔ جس کے صحن میں ایک تخت ہے۔ جس پر وہ شخص بیٹھا ہے۔ جس کے لئے مجھے دعا کی تحریک کی گئی ہے۔ اس وقت تک میں نے ابھی سیٹھ صاحب کو نہ دیکھا تھا میں نے دیکھا۔ کہ تہجد کا وقت ہے۔ آسمان میں چھلنی کی طرح سوراخ ہیں۔ جن میں سے خدا کا نور چاروں طرف سے اس شخص پر گرتا ہے۔ میں نے اس خواب کی اطلاع اسی وقت دیدی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے خاندان پر خاص فضل فرمائے اور ہمیشہ ان میں دین کی خدمت اور سلسلہ کی اشاعت کا جوش قائم رہے۔ اور ان کے خاندان کے وہ افراد جو احمدیت میں ابھی تک داخل نہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں بھی احمدیت میں داخل کرے

ان کے علاوہ طبقۂ امراء میں اور لوگ بھی ہیں۔ جو نہایت مخلص اور سچی قربانی کرنے والے ہیں۔ مگر ان دو کا نام میں نے اس لئے لے دیا ہے کہ ایک تنوع اور دوسرے کی مالی اور تبلیغی قربانیاں بے مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دوسروں کے گھروں کو بھی برکتوں سے بھر دے ان مخلصین کے علاوہ جو لوگ ان سے اثر گرگئیں۔ وہ بھی دوسری اقوام کے امراء سے یقیناً بہتر ہیں۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے نور سے حصہ لے اور اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہو۔ مگر جب تک حقیقی روح قربانی کی پیدا نہ ہو۔ خطرہ کا مقام ہے۔ قربانی کی روح اور شے ہے اور قربانی اور شے ہے۔ انسان کو ابتلا سے قربانی محفوظ نہیں کرتی بلکہ قربانی کی روح محفوظ کرتی ہے۔ جس میں وہ روح پیدا نہ ہو گو وہ قربانی میں حصہ لے۔ پھر بھی کچے دھاگے کی طرح ہے۔ جس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ جماعت کے مخلص امراء میں سے سیٹھ عبداللہ بھائی کو ایسا درجہ حاصل ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قسم کے چالیس مومنوں کو خواہش کی تھی۔ وہ ایسے ہی ہیں۔ ان کا تبلیغی جوش حقیقتاً اس درجہ کا ہے کہ صاف نظر آتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ میں خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اور ان کی مالی قربانی اس رنگ کی ہے کہ مجھے ان سے بڑے بڑے مطالبہ میں کوئی جھجک نہیں ہو سکتی۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ان جیسے چالیس آدمی پیدا ہو جائیں۔ تو بہت بڑا انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔

اخلاص کی ضرورت

بہرحال اس وقت اخلاص کی ضرورت ہے۔ اور میں نے سلسلہ کے حالات۔ خطرات اور ان کا علاج کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اب وہ وقت ہے کہ اگر ہم نے کروٹ نہ بدلی۔ تو ظاہری حالات کے لحاظ سے ہمارا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو زندہ رکھیگا۔ مگر ہم نے صحیح قربانی نہ کی۔ تو خدا تعالیٰ ہمیں مٹا کر دوسری قوم کے سپرد یہ کام کریگا۔ وہ پہلے تختی کو صاف کریگا۔ کیونکہ جس تختی پر پہلے لکھا جا چکا ہو۔ اس پر اور نہیں لکھا جا سکتا اس وقت ہمارے لئے حالات ایسے ہیں جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے ایک حد تک انہیں ظاہر کیا ہے۔ اور اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اب کروٹ بدلنی اور ہوش میں آنا چاہیئے۔

سلسلہ احمدیہ کی موجودہ حالت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

اور بعینہ یہی حالت آج کل ہو رہی ہے۔ دشمنوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اور اگر اسے مزید بڑھنے دیا گیا۔ تو کچھ عرصہ بعد ہم اس کی ترقی کو روک نہیں سکینگے اس لئے وہ ہر طرف سے ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور ہمیں آج وہی نظارہ پیش ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں پیش آیا تھا۔ ہمارا حسین اس وقت کربلا کے میدان میں ہے۔ اور یزید کا لشکر سامنے پڑا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں کمانیں کھنچی ہوئی ہیں۔ اور تیر حسین کے سینہ کی طرف چھوٹنے والے ہیں پس جو چاہے کوفہ والوں کی طرح ایک طرف ہو جائے۔ جو چاہے آگے آئے اور قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے۔ اور کہے کہ جو تیر سلسلہ کے لئے چھوڑا جائیگا میں اسے خود اپنے سینہ پر کھاؤنگا۔ اور جو ایسا کرینگے وہی برکت والے ہونگے۔ اور جن کے دلوں میں اخلاص نہیں یا اخلاص کی کمی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ظاہر کر دیگا۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے اپنی جانیں قربان کریں۔ یہ نہیں۔ کہ دوسروں کو مجبور کریں۔ کہ آگے بڑھو یاد رکھو۔ کہ جو اس جنگ میں مرتا ہے۔ وہ دراصل زندہ ہوتا ہے پس دوسروں کا فکر نہ کرو بلکہ اپنا فرض ادا کرو جو قربانی کر سکتا ہے مگر نہیں کرتا وہ کوفہ والوں کی طرح ہے۔ جو اگرچہ جانتے تھے کہ حضرت امام حسین حق پر ہیں۔ مگر ان کی امداد کے لئے میدان میں نہ آئے جو دشمن ہیں اور نقصان کے درپے خواہ منافقوں سے ہوں خواہ کافروں میں سے وہ یزیدی ہیں۔ اور یزید کا لشکر ہیں پس جو اس وقت میدان میں آتے ہیں۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی طرح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک سنت

یہ مت خیال کرو۔ کہ تم تھوڑے ہو۔ اس لئے ہار جاؤ گے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر بات دو دفعہ ظاہر کرتا ہے۔ اور پہلی ناکامی کو دوسری دفعہ کی کامیابی سے دھو دیتا ہے۔ پہلا آدم جنت سے نکالا گیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے پھر میرا نام آدم رکھا۔ تاکہ میں پھر اولاد آدم کو جنت میں داخل کروں پہلے مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا۔ تب خدا نے پھر میرا نام مسیح رکھا۔ تا میرے ذریعہ صلیب کو توڑ دے۔ اسی طرح یاد رکھو۔ کہ پہلا حسین کربلا میں بے گناہ حق کی حمایت کی وجہ سے شہید کیا گیا۔ اور اب دوسرے حسین کے ذریعہ خدا تعالیٰ یزید کے لشکر کو شکست دیگا۔ اس لئے میں تحریک کرنے والوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ صرف اخلاص کو لیں۔ اور مردم یا تعداد کی کمی کا خیال نہ کریں جو لوگ اخلاص کے ساتھ قربانیاں کرتے ہیں صرف وہی اس میں شامل کئے جائیں۔ اور جو لوگ اپنے اندر اخلاص نہیں رکھتے۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکیں گے بلکہ ہمارے لئے بوجھ ہونگے۔

سچے سلسلوں کو آگ اور خون سے گذرنا پڑتا ہے

یہ ہو نہیں سکتا۔ کہ ہم سچے بھی ہوں اور خون کی ندیوں سے گذرے بغیر کامیاب بھی ہو جائیں۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں۔ کہ سچے کو دیکھ کر کفر جوش میں نہ آئے اور اسے مٹانے اور اس کے حاملوں کو قتل کرنے کے درپے نہ ہو۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ حق ادا کریں۔ اگر روحانی معنوں میں اپنی جانیں دینی پڑیں تو اس سے دریغ نہ کریں اور اگر جسمانی معنوں میں دشمنوں کے حملوں کا شکار ہونا پڑے تو اس سے دریغ نہ کریں۔ بہرحال موت کا قبول کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اگر ہم اس کے بغیر کامیاب ہو جائیں۔ تو یہ دنیوی فتح ہوگی۔ الٰہی سلسلے بغیر آگ اور خون کی ندیوں میں سے گذرنے کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب آگ دیکھی تھی۔ تو خدا نے اس میں سے پکار کر کہا تھا۔ کہ انی انا اللہ۔ اور اس کا یہی مطلب تھا۔ کہ اگر میرے پاس آنا چاہو۔ تو تمہیں آگ میں سے گذرنا پڑیگا۔ پس تمہیں آگ میں کودنا ہوگا۔ اور خون کی ندیوں میں سے گذرنا پڑیگا تب فتح حاصل کر سکو گے اور وہی فتح قیمتی ہے جسے انسان جان دے کر حاصل کرتا ہے جس طرح کہ ہمارے آقا سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے نائب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس روحانی اور مذہبی جنگ کی بنیاد رکھی جائے۔ جس سے شیطان کو ہم نے نکلنا ہے۔ اور دشمن سے نڈر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ مخالفت کو بڑھنے دیا جائے اور دشمن حملہ کرنے دیا جائے۔ یعنی گو اس سے مقابلہ کیا جائے مگر مداہنت کا کوئی رنگ نہ ہو جھوٹی صلح کیلئے کوئی کوشش نہ کی جائے۔ سوائے ان لوگوں کے جو سچے طور پر ہم سے مل کر کام کرنا چاہیں کسی غیر سے تعلق نہ رکھا جائے۔ ان صاف دل لوگوں کے ہم خیر خواہ ہونگے۔ اور انہیں اپنا خیر خواہ سمجھیں گے لیکن اب ہم دو دغلی طبیعت والوں سے یا ان سے جو سلسلہ کو حقیر سمجھتے ہیں کبھی مل کر کام نہیں کریں گے۔ ہر قوم کا راستباز ہمارا دوست ہوگا۔ مگر زمانہ ساز آدمی خواہ ہماری جماعت میں شامل ہو۔ ہمارا دشمن سمجھا جائے گا۔

روحانی جنگ میں شریک ہونیوالوں کیلئے دعا

آخر میں میں سابقون کے لئے دعا کرتا ہوں۔ ان ظاہر و باطن غریبوں کے لئے بھی جن کا دل بھی غریب اور جسم بھی غریب ہے۔ اور ان کے لئے بھی جو ظاہری مالدار نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل انکسار اور تذلل اور اطاعت کے جذبات سے لبریز ہیں وہ بھی اپنے آپ کو اسی طرح سلسلہ کا مال سمجھتے ہیں جس طرح غرباء اور لوگوں میں اپنی بڑائی ظاہر نہیں کرتے اور محسوس کرتے ہیں کہ ان کے اموال خدا تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اور انکی وجہ سے انہیں غرباء پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا فضل کرے۔ اور ان کو کامل تقویٰ عطا کرے۔ کہ جو دائمی زندگی کے لئے بطور دوران خون کے ہے کہ جب تک خون چلتا ہے زندگی کی امید رہتی ہے۔

سابقون کون ہیں

سابقون کے معنی میرے نزدیک یہ ہی ہیں کہ جس نے سنا اور ہفتہ کے اندر اندر لبیک کہہ دیا۔ رقم دیدی یا وعدہ کر لیا۔ یا وہ جنہوں نے حکم سنتے ہی دوسری خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ کیونکہ یاد رکھو کہ جن نوجوانوں نے تبلیغ کے لئے اپنے نام پیش کئے ہیں۔ وہ کسی سے کم نہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کر دکھائیں یا وہ سابقون میں سے ہیں جنہوں نے سنا اور دوسروں کے شمول کے خیال سے ابھی اطلاع نہیں دی۔ اور اس انتظار میں ہیں۔ کہ دوسروں کی لسٹ کے ساتھ اپنے نام بھجوائیں گے۔ یا وہ جنہوں نے خیال کیا کہ دوسروں کو بھی تیار کر کے اپنے نام بھجوائیں گے۔ یا جنہوں نے ارادہ کر لیا مگر کسی روک کی وجہ سے اطلاع نہیں دے سکے۔ یہ سب سابقون میں سے ہیں۔ کیونکہ سابقیت دل سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ ظاہر سے ہاں جسے جب اطلاع ہو اس کا ہفتہ وہیں سے شروع ہوگا۔ اور سبقت یہی ہے کہ آدمی سنے اور مان لے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ نے دریافت کیا تھا۔ کہ کیا آپ نے ایسا ایسا دعویٰ کیا ہے۔ آپ دلیل دینے لگے۔ تو کہا مجھے دلیل کی حاجت نہیں۔ صرف یہ فرمایئے کہ دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا۔ میں ایمان لاتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت آتی ہے۔ کہ اس میں ہر دعا جو کی جائے قبول ہو جاتی ہے۔ آج رات میں نے تہجد میں دعا کی۔ کہ الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں ان سابقون کے لئے دعا کروں اور وہ ساعت مجھے نصیب ہو اور ان کے حق میں میری دعائیں قبول ہوں۔ گو بعد والے بھی دعاؤں سے حصہ پائینگے۔ مگر جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلقین کو مقبرین پر فضیلت دی تھی۔ سابقون کو ان پر فضیلت ہوگی اور سابق دوہرے اجر پائینگے۔ اس لئے کہ جو رکتا اور جھجکتا اور پھر اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ اس سے آواز سنتے ہی لبیک کہنے والے کا درجہ بہر حال زیادہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم اس روحانی جنگ کو اپنی سستی یا تکلیف سے بچنے کے خیال سے پیچھے نہ ڈالیں بلکہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق دلیری اور جرأت سے اسے قریب لانے کی کوشش کریں۔ اور پھر اس میں نڈر ہو کر کود جائیں اور آگ اور خون کی ندیوں میں سے جو ہماری قربانیوں کی وجہ سے زمین کے نشیب کو پر کر رہا ہو گذر کر اس کے پاس پہنچ جائیں۔ اور اس کے قدموں پر ہاں پاک قدموں پر اپنی محبت کا موتی ڈالدیں تا اس کی محبت کی نگہ ہمیں حاصل

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

سلیکٹ کمیٹی کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پارلیمنٹ نے جو بل مرتب کیا ہے نئی دہلی سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق اس کی چند کاپیاں ہندوستان پہنچ چکی ہیں۔ حکومت کے مختلف شعبے اس کے مطالعہ کے بعد کابینہ کو اس بل کے متعلق اپنی رائے سے مطلع کریں گے۔

مسٹر سبھاش چندر بوس جو اپنے والد کی وفات پر کلکتہ آئے تھے۔ کلکتہ سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق حکومت نے ان کو یہ نوٹس دیا ہے۔ کہ وہ صرف ایک ہفتہ ٹھہر سکتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں واپس یورپ جانا ہوگا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو حکومت ضروری کارروائی کرنے پر مجبور ہوگی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے حکومت کو ایک خط لکھا ہے کہ والد کی وفات پر ماتمی مہینہ انہیں گھر پر گذارنے کی اجازت دی جائے۔

ریاست بڑودہ میں احمد آباد سے ۹ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ایک پہاڑی کو کھودا جا رہا تھا۔ کہ دو جواہر دستیاب ہوئے پولیس نے فوراً موقعہ پر پہنچ کر ان کو قبضہ میں کر لیا۔ اور پہاڑی پر پہرہ لگا دیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مزید کھدائی سے شاید یہاں پر جواہرات کی کان نکل آئے۔

سر میلکم ہیلی کے متعلق دہلی سے ۸ دسمبر کی اطلاع مظہر ہے کہ انہیں ملک معظم کی سالگرہ پر لارڈ کا خطاب دیا جائیگا۔ اور انڈیا بل پر ہاؤس آف لارڈز میں جو بحث ہوگی۔ اس میں وہ شامل ہونگے۔

جدید میونسپل انتخابات لاہور کے سلسلہ میں لاہور کی ۸ دسمبر کی اطلاع مظہر ہے کہ جن امیدواروں نے کاغذات نامزدگی معہ تین سو روپے نقد ضمانت داخل کئے تھے۔ مقابلہ کے بعد ۷۰ امیدواروں کی ضمانت واپس کر دی گئی ہے لیکن بیس امیدوار جنہوں نے مقابلہ میں شرکت کی یا تعداد مقررہ سے بہت کم ووٹ لئے ان کی ضمانت بحق سرکار ضبط کر لی گئی ہے جو چھ ہزار روپیہ بنتی ہے۔

خان بہادر محرم علی چشتی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور ۸ دسمبر بعارضہ نمونیہ فوت ہو گئے

مدراس سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق جنوبی ٹراونکور کے ایک گاؤں میں عیسائیوں اور مسلمانوں کا تصادم ہو گیا جس کے نتیجہ میں چار عیسائی زخمی ہوئے جھگڑے کی بنا یہ تھی کہ عیسائیوں کا ایک جلوس مسجد کے سامنے باجہ بجاتا ہوا گذرا

یوگوسلافیہ کی حکومت نے بلغراد سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ہنگری کے تمام باشندوں کے اخراج کا حکم دیدیا ہے حکومت ہنگری نے اس فعل کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے دول ثلاثہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان واقعات سے ہنگری اور یوگوسلافیہ کے مابین جنگ کا بہت اندیشہ ہے۔

مدراس سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ۵ یا ۷ دسمبر کو مدراس کرکٹ کلب کے ساتھ جس ٹیم کا میچ ہوگا۔ اس کے کیپٹن گورنر مدراس ہونگے۔

برلن سے ۸ دسمبر کی اطلاع مظہر ہے کہ جب سار کے متعلق استصواب رائے کا جھنجٹ ختم ہو جائیگا۔ تو ۳۰ مخالف مذہبی لیڈروں کو ہر ہٹلر کی نافرمانی کے جرم میں پھانسی کا حکم سنایا جائے گا۔

جزیرہ منیلا سے ۸ دسمبر کی اطلاع کے مطابق وہاں پر ساتویں بار طوفان آیا۔ جس میں ۱۱۶ اشخاص ہلاک ہو گئے۔ اور ہزاروں آدمی بے خانماں ہو گئے۔

جرمنی کا چرچ چونکہ ہر ہٹلر اور اس کی پارٹی کے خلاف ہے اور برلن سے آمدہ اطلاع کے مطابق عیسائی پادریوں کی ایک کانفرنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہٹلر کی پالیسی کے خلاف زبردست احتجاج کیا جائے۔ اس لئے ہٹلر نے چرچ کو اپنے لئے ایک خطرہ خیال کرتے ہوئے بہت سے گرجے بند کر دئے ہیں۔ کئی فوج کو سڑکوں پر پھرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور عیسائی مذہب کی اشاعت پر سخت پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ اس بات پر غور ہو رہا ہے۔ کہ عیسائی پادریوں کو یہودیوں کی طرح جرمنی سے جلاوطن کر دیا جائے۔

حکومت پنجاب نے پچھلے دنوں اخبار زمیندار کے ایک نہایت دل آزار مضمون کی اشاعت کی بنا پر اخبار مذکور سے جو تین ہزار کی ضمانت طلب کی تھی۔ وہ یہ کہہ کر واپس کر دی ہے۔ کہ قانون مطبع کے رو سے درست طریق پر داخل نہ ہوئی تھی۔

آسام کے دو ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں نے وزیر ہند وائسرائے اور گورنر آسام کو کلکتہ سے ۱۰ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ایک میموریل ارسال کیا ہے۔ کہ آسام کو ہندوستان سے علیحدہ کر دیا جائے سلہٹ کے علاقہ کو بنگال کے ساتھ ملا دیا جائے اور باقی اضلاع کا ایک نیا صوبہ بنا دیا جائے۔ جس کا نام شمالی مشرقی سرحدی صوبہ رکھا جائے۔

اوسلو سے ۱۰ دسمبر کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ۱۹۳۲ء کا نوبل پرائز مسٹر آرتھر ہینڈرسن سابق وزیر خارجہ انگلستان کو جو تخفیف اسلحہ کانفرنس کے سلسلہ میں بھاری سرگرمی کا اظہار کرتے رہے ہیں انعام دیا گیا ہے۔ انعام کی رقم ۸۰۰۰ پونڈ ہے

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی